حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی

ایم اے، ایم۔ٹی۔ایچ، پی۔ایچ۔ڈی

انس پبلیکیشنز لاہور

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

تالیف

مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی

ایم اے، ایم۔ ٹی۔ ایچ، پی۔ ایچ۔ ڈی

انس پبلیکیشنز

40-اردو بازار، لاہور

Mob: 0300-8852283

کتاب : حضرت امام عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ

مولف : مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی
ایم۔اے، ایم۔ٹی۔ایچ، پی۔ایچ۔ڈی

پروف ریڈنگ : مولوی نعیم الاسلام قادری شمسی، مولوی محمد عثمان شمسی
مولوی محمد حسان شمسی، مولوی محمد احسان شمسی

سن اشاعت : ۲۰۱۵ء

تعداد : ۷۰۰

صفحات : ۱۵۲

ناشر : محمد اکبر قادری

قیمت : -/140 روپے

انس پبلیکیشنز
40-اُردو بازار،
0300-8852283

اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر
۴۰ اُردو بازار لاہور

فہرست

نقوشِ حیات

نام ونسب

اسم گرامی محمد، کنیت ابوعبداللہ، لقب ناصر الحدیث، شافعی، جد اعلی کی طرف نسبت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ (تاریخ بغداد ج۲ ص۵۷)

امام شافعی کا سلسلہ نسب عبد مناف پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

انما بنو ھاشم وبنو المطلب شیٔ واحد (وشبك بین اصابعه) لم یفارقونا فی جاھلیة ولا فی اسلام

(مناقب لابن ابی حاتم الرازی ص۱۲۴)

بے شک بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک ہی ہیں، (حضور نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پیوست کیا) وہ لوگ نہ تو عہد جاہلیت میں ہم سے جدا ہوئے اور نہ عہد اسلام میں۔

والدہ کا نام فاطمہ بنت عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے، مگر خطیب بغدادی اور قاضی عیاض نے لکھا ہے، کہ ان کی والدہ قبیلہ بنو ازد سے تھیں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

الازد جرثومة العرب (تاریخ بغداد ج۲ص۵۸)

یعنیازد عرب کے عنصر ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں:

کانت ام الشافعی ازدیة (تاریخ ذہبی ج۲ص۳۰۷)

امام شافعی کی والدہ قبیلہ ازد سے تعلق رکھتی ہیں۔

محققین کے نزدیک یہی قول درست ہے۔

خاندان

امام شافعی کے جداعلی سائب بن عبید مطلبی جو بدر میں گرفتار ہوئے تھے، زرفدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صورتاً مشابہت رکھتے تھے، انہوں نے اسلام قبول کیا، مرتبہ صحابیت پر فائز ہوئے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

کان السائب بن عبید المطلبی احد من اسریوم بدر من المشرکین وکان یشبه بالنبی صلی الله علیه وسلم

(تاریخ ذہبی ج۲ص۳۰۶)

سائب بن عبید مطلبی بدر کے دن قید ہونے والے مشرکین میں سے ہیں اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں تحریر کیا ہے، طاہر بن عبداللہ طبری کہتے ہیں:

شافع ابن السائب الذی ینسب الشافعی الیه قد لقی النبی صلّی الله علیه وسلم وهو مترعرع واسلم ابوه السائب یوم بدر فانه کان صاحب رایة بنی هاشم فاسر وفد انفسه ثم اسلم فقیل له لم لم تسلم قبل ان تفتدی فقال ماکنت احرم المومنین طمعا لهم فی ۔ (تاریخ بغداد ج۲ص۵۸)

شافع بن سائب جن کی طرف شافعی کی نسبت کی جاتی ہے، انہوں نے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، جب کہ وہ نوخیز تھے، ان کے باپ سائب نے بدر کے دن اسلام قبول کیا، وہ جنگ بدر میں کفار کی طرف سے بنو ہاشم کے علم بردار تھے، وہ گرفتار کر لیے گئے، تو انہوں نے اپنا فدیہ ادا کیا پھر اسلام لائے، ان سے پوچھا گیا، زرفدیہ دینے سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیوں نہیں کیا؟ جواب دیا، میں نے مسلمانوں کو ان کے حق سے محروم کرنا پسند نہیں کیا۔

ایک بار سائب بن عبید بیمار پڑے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے گئے، شافع بن سائب نے اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراہقت کے زمانہ میں شرف ملاقات پایا ہے، آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

من سعادة المرء ان یشبه اباه ۔ (اصابہ ج۳ ص۶۱)

آدمی کی سعادت مندی ہے کہ وہ باپ کے مشابہ ہو۔

بیہقی فرماتے ہیں:

فالسائب بن عبید صحابی وابنه شافع صحابی واخوه عبدالله السائب صحابی ۔ (الاصابہ فی معرفۃ الصحابۃ ج۳ ص۶۰)

سائب بن عبید صحابی ہیں اور ان کے بیٹے شافع صحابی ہیں، اور ان کے بھائی عبداللہ بن سائب صحابی ہیں۔

عثمان بن شافع تابعین میں شمار ہوتے تھے۔

امام صاحب کے والد ادریس بن عباس مدینہ منورہ کے قریب ایک قصبہ ''تبالہ'' کے رہنے والے تھے، پھر مدینہ منورہ چلے آئے، معاشی کش مکش کی وجہ سے شام پہنچے اور عسقلان میں سکونت پذیر ہوئے۔

ولادت

امام شافعی کی ولادت غزہ (شام) کے اندر ۱۵۰ھ میں ہوئی، ایک قول یہ بھی

ہے، کہ ولادت عسقلان (شام) میں ہوئی، بعض روایتوں میں ہے، کہ ولادت یمن میں ہوئی، علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں، کہ غزہ میں ولادت کا قول زیادہ صحیح ہے۔

ومولده سنة خمسين ومائة وقد قيل انه ولد في اليوم الذى توفى فيه الامام ابو حنيفة وكانت ولادته بمدينة غزة وقيل بعسقلان وقيل باليمن والاول اصح

(ابن خلکان ج ۲ ص ۳۱۲)

امام شافعی کے والد کا انتقال آپ کی ولادت سے پہلے یا کچھ روز بعد ہوا۔ ولادت سے پہلے آپ کی والدہ نے یہ خواب دیکھا:

كان المشترى خرج من فرجها حتى انقض بمصر ثم وقع في كل بلد ومنه شظية.

مشتری ستارہ میرے جسم سے نکلا اور مصر میں گرا، جس کی روشنی ہر شہر میں پہنچی۔ معبروں نے خواب کی تعبیر بیان کی، کہ امام شافعی کے بطن سے ایک بے نظیر بچہ پیدا ہوگا، جس کا علم مصر سے تمام شہروں میں عام ہوگا۔ (تاریخ ذہبی ج ۲، ص ۳۷)

مکہ مکرمہ میں آمد

امام شافعی کی والدہ دریتیم کو غزہ سے مکہ مکرمہ لائیں، جب کہ وہ دو سال کے تھے۔ ذہبی لکھتے ہیں:

ولد بغزة سنة خمسين ومائة وحمل الى مكة وهو ابن سنتين . (تاریخ ذہبی ج ۲، ص ۳۰۵)

امام شافعی سے دوسری روایت ہے:

ولدت باليمن فخافت امى على الضيعة وقالت الحق باهلك فتكون مثلهم فانى اخاف ان تغلب على نسبك فجهزتنى الى مكة فقدمتها وانا يومئذ ابن عشر (اوشبيها

بذلك)فصرت الی نسیب لی وجعلت اطلب العلم فیقول لی لاتشتغل بهذا واقبل علی ماینفعك فجعلت لذتی فی هذا العلم وطلبه حتی رزقنی الله منه مارزق ۔

(مناقب لابن ابی حاتم الرازی ص ۲۲)

میں یمن میں پیدا ہوا، والدہ کو اندیشہ ہوا، کہ کہیں یمن میں میرا نسب ضائع نہ ہو جائے تو کہا تم اپنے خاندان سے مل جاؤ، تاکہ ان کے مانند ہو جاؤ، مجھے ڈر ہے، کہ کہیں تمہارا نسب مغلوب نہ ہو جائے، انہوں نے مجھے سفر مکہ کے لیے آمادہ کیا، تو میں مکہ آیا، جب کہ میری عمر تقریباً دس سال تھی، تو میں اپنے ایک رشتے دار سے ملا اور میں علم حاصل کرنے لگا، وہ مجھ سے کہتا، تم اس میں منہمک نہ ہو اور اس علم کی طرف توجہ کرو جو تمہیں فائدہ پہنچائے، تو میں نے اس علم کی تحصیل میں دلچسپی پیدا کی، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے یہ علم عطا کیا۔

پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ دو سال کی عمر میں مکہ آئے اور دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے، کہ دس سال کی عمر میں مکہ تشریف لائے، ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے، کہ والد کے وصال کے بعد ان کی والدہ غزہ سے پہلے مکہ لائیں، تاکہ خاندان سے ان کا تعارف کرا دیں اور ان کی طرف ان کی نسبت قائم کر دیں، پھر وہ اپنے شیر خوار بچے کو اپنے میکے یمن لے کر چلی گئیں، تاکہ ان کی پرورش و پرداخت ہو سکے، جب دس سال کی عمر ہوئی تو انہیں دوبارہ مکہ بھیج دیا تاکہ اپنے خاندان کی تہذیب و شرافت اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہوں۔

تحصیل علم اور اس کے لیے اسفار

جب نوشت و خواند کے لائق ہوئے، والدہ نے تعلیم کے لیے مکتب میں بیٹھا دیا، مفلسی کی وجہ سے ماں کے پاس اتنے پیسے نہ ہوتے، کہ معلم کی فیس ادا کی جاتی، جس کی

بنا پر معلم آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتا، فطرت سلیم اور اخاذ طبیعت کے مالک امام شافعی استاذ کی بے رخی سے دل برداشتہ نہ ہوئے، بلکہ جب استاذ دوسرے بچوں کو پڑھاتا، استاذ کی باتیں حفظ کر لیتے اور استاذ کی عدم موجودگی میں وہی سبق دوسرے بچوں کو پڑھانے لگتے، معلم نے جب آپ کا طریقہ دیکھا، تو ذوق علم اور قوت حفظ وضبط سے کافی متاثر ہوا، معلم نے غور کیا اور دیکھا، کہ شافعی اس کے حق میں اس اجرت سے کہیں زیادہ مفید ہے، جس کی وہ آرزو رکھتا ہے، معلم نے اس اجرت کا مطالبہ ترک کر دیا، آپ کی تعلیم اسی طرح چلتی رہی، یہاں تک کہ سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا، خود فرماتے ہیں:

حفظت القرآن وانا ابن سبع سنین وحفظت المؤطا وانا ابن عشر سنین ۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶۳)

میں نے سات سال کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا اور دس سال کی عمر میں مؤطا یاد کر لی۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

کانت نھمتی فی شیئین فی الرمی وطلب العلم فنلت من الرمی حتی کنت اصیب من عشرۃ عشرۃ ۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۴)

بچپن میں میری ساری توجہ دو باتوں کی طرف تھی، تیر اندازی اور تحصیل علم، تیر اندازی میں مجھے اتنی مہارت ہو گئی تھی، کہ دس میں دسوں نشانے صحیح بیٹھتے۔

تقریباً دس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ آئے، جہاں علوم ومعارف کے چشمے جاری تھے اور علم وعرفان کے نور سے حرم الٰہی جگمگا رہا تھا، امام صاحب یتیم تھے، تنگدستی دامن گیر تھی، مگر تحصیل علم کا شوق انہیں کشاں کشاں علما ومشائخ کی درس گاہوں تک لے گیا،

قبیلہ ہذیل میں رہ کر عربیت اور شعر وادب کی تعلیم پائی، اسی زمانہ میں ایک ماہر انساب کے پاس تعلیم حاصل کرنے گئے، تو اس نے کہا، پہلے کوئی ذریعہ معاش پیدا کرو پھر علم سیکھنا، لیکن تحصیل علم کی دھن کے پکے امام اگر کسب معاش میں الجھتے تو پھر تحصیل علم یکسوئی کے ساتھ ممکن نہ تھی، اس لیے آپ فلاکت وافلاس کی حالت ہی میں اس طرح طلب علم کرتے رہے، کہ کاغذ خریدنے کے لیے پیسہ نہ ہوتا، تو ہڈیوں، ٹھیکریوں اور کھجور کے پتوں پر علوم ومعارف کے شہ پارے تحریر فرماتے، بیان کرتے ہیں:

کنت اجالس العلماء واحفظ الحدیث والمسئلة وکان منزلنا بمکة فی شعب الخیف وکنت انظر الی العظم یلوح فاکتب فیه الحدیث والمسئلة وکان لنا جرة قدیمة فاذاامتلأ العظم طرحته فی الجرة۔ (مناقب ابوحاتم رازی ص ۲۴)

میں علما کی مجلسوں میں شریک ہوتا تو احادیث ومسائل یاد کرتا ہمارا گھر مکہ کے اندر شعب الخیف میں تھا، میں ہڈیاں جمع کرتا اور ان پر حدیثیں اور مسئلے لکھ لیا کرتا، ہمارے پاس ایک پرانا گھڑا تھا، جب ہڈیاں زیادہ ہو جاتیں، تو ان کو گھڑے میں رکھ دیتا۔

مسلم بن خالد زنجی رضی اللہ عنہ (م ۱۸۰ھ) کی بارگاہ میں

امام شافعی تحصیل فقہ کے لیے حضرت مسلم بن خالد زنجی کے حلقہ درس سے وابستہ ہوئے اور ان سے فقہ وحدیث کی تعلیم پائی، مسلم بن خالد زنجی بڑے جوہر شناس تھے، امام صاحب کی ذکاوت وذہانت اور قوت حفظ کی وجہ سے بے حد مانوس ہو گئے، کامل تین برس تک ان سے فقہ وحدیث کی تکمیل کی، انہیں کی مجلس میں اکثر وبیشتر امام مالک کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا، اس لیے آپ کو امام مالک کی خدمت میں حاضری کا شوق پیدا ہوا۔

امام شافعی نے فقہ وفتاوی کی تعلیم ابتدا میں مسلم بن خالد زنجی سے حاصل کی اور اس میں ایسا درجہ کمال حاصل کیا، کہ استاذ نے ۱۸ رسال کی عمر میں افتا کی اجازت مرحمت

فرمائی۔ابوحاتم رازی لکھتے ہیں:

عن مسلم بن خالد انه قال لمحمد بن ادريس الشافعي وهو ابن ثمان عشرة سنة افت يا ابا عبدالله فقد آن لك ان تفتي ۔ (ایضاً ۴۰)

مسلم بن خالد زنجی سے روایت ہے، کہ انہوں نے محمد بن ادریس شافعی سے کہا، جب کہ وہ اٹھارہ سال کے تھے اے ابوعبداللہ! فتویٰ دو اب تمہارے فتویٰ دینے کا وقت آ گیا۔

امام مالک کی خدمت میں

امام مسلم بن خالد زنجی کی مجلس میں امام مالک کا ذکر خیر بار بار ہوتا، جس کی بنیاد پر انہیں امام مالک سے سماع حدیث کا ذوق پیدا ہوا، شوق علم کو اس واقعہ نے مزید تقویت بخشی:

بیان کرتے ہیں، کہ اس زمانہ میں آل زبیر کے ایک صاحب میرے پاس سے گزرے اور کہنے لگے، کہ یہ بات مجھے بہت گراں گزر رہی ہے، کہ تم اس فصاحت اور ذکاوت کے ہوتے ہوئے، تفقہ سے محروم رہو اور تم کو دینی سیادت حاصل نہ ہو، میں نے کہا، کہ تحصیل فقہ کے لیے کس کے پاس جاؤں؟ انہوں نے کہا ''هذا مالك سيد المسلمين اليوم'' امام شافعی نے تنگ حالی کے باوجود مدینہ منورہ کے سفر کا حتمی فیصلہ کرلیا، انہوں نے ایک شخص سے مؤطا امام مالک مستعار لی اور اسے نو راتوں میں حفظ کرلیا، اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے ساتھ امام مالک کے فقہی مجتہدات سے بھی قدرے روشناس ہو گئے، پھر وہ حاکم مکہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے ایک خط امیر مدینہ اور ایک خط امام مالک کے نام حاصل کیا، پھر وہ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، سفر کی داستان اس طرح بیان کرتے ہیں:

میں نے مکہ کو چودہ سال کی عمر میں چھوڑا، جب کہ میری مونچھیں بھی نمودار نہیں

ہوئی تھیں، مقام ابطح سے ذی طوی کے لیے نکلا، تو میرے جسم پر دو یمنی چادریں تھیں، میں نے جس قافلہ کو دیکھا، اس کو سلام کیا، وہ میرے سلام کا جواب دیتے، ایک قافلے سے بوڑھا شخص میری طرف بڑھا اور کہا، میں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں، کہ آپ ہمارے کھانے میں شریک ہوں، میں نے بلا تکلف دعوت قبول کر لی اور کھانے میں شریک ہو گیا، کھانے کے بعد بوڑھے نے پوچھا، کہ کیا تم مکی ہو؟ میں نے کہا ہاں! مکی ہوں، بوڑھے نے پوچھا، کیا تم قریشی ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا، میں نے بوڑھے سے دریافت کیا، اے چچا! آپ نے مجھے کس طرح پہچانا؟ اس نے کہا، شان وشوکت، لباس اور کھانے کے انداز سے میں نے شیخ سے پوچھا، تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا، میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باشندہ ہوں، میں نے پوچھا، مدینہ منورہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول سے فتویٰ دینے والے سب سے بڑے عالم کون ہیں؟ جواب دیا، مالک بن انس! میں نے امام مالک کی زیارت کا شوق ظاہر کیا، شیخ نے کہا، اللہ تیرے شوق میں اضافہ کرے، پھر اس نے ایک خاکستری اونٹ سواری کے لیے پیش کیا، میں سوار ہوا اور اس قافلے کے ساتھ آٹھ دن میں مدینہ منورہ پہنچا۔

(سیرت امام شافعی ص ۱۸)

مدینہ منورہ میں

مدینہ پہنچ کر امام شافعیؒ والی مدینہ سے ملے اور امیر مکہ کے دونوں خطوط اس کے حوالے کیے، امیر مدینہ نے خط پڑھنے کے بعد کہا:

یافتی ان مشیتنی من جوف المدینة الی مکة حافیا راجلا
اهون علی من المشی الی باب مالك بن انس ۔

اے نوجوان! میرا مدینہ سے مکہ تک پیدل ننگے پاؤں جانا زیادہ آسان ہے، اس کام سے کہ میں مالک بن انس کے دروازے تک جاؤں۔

امام شافعی نے کہا اللہ امیر کی اصلاح فرمائے، آپ کسی کے ذریعہ امام مالک کو

طلب فرمالیں اور میرے بارے میں سفارش کردیں، امیر مدینہ نے کہا، کیا ہی اچھا ہو، کہ ہم خود ہی آپ کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کے دروازے پر اتنی دیر بیٹھیں، کہ وادی عقیق کی گرد ہمیں آلودہ کردے، پھر اندر جانے کی اجازت ملے، بہر حال عصر کے بعد امیر مدینہ اپنے خدم وحشم کو لے کر نکلا، میں بھی ساتھ تھا، ہم سب وادی عقیق میں پہنچے، جہاں امام صاحب کا مکان تھا اور اجازت چاہی، اندر سے باندی نے کہا، شیخ کہتے ہیں، کہ اگر آپ کو مسائل معلوم کرنے ہیں، تو ایک کاغذ پر لکھ کر بھیج دیں، میں جواب دے دوں گا، امیر مدینہ نے کہا، ایک ضرورت کے سلسلے میں امیر مکہ نے ایک خط لکھا ہے باندی یہ سن کر اندر گئی پھر ایک کرسی لے کر باہر آئی جسے بچھا دیا، اس کے بعد امام مالک باہر تشریف لائے ان کی شخصیت وقار اور تمکنت ظاہر تھی، دراز قد مسنون اللحیہ تھے کرسی پر بیٹھ گئے، تب امیر مدینہ نے امیر مکہ کا خط دیا، امام نے خط لے کر پڑھنا شروع کیا، اور سفارشی عبارت پر پہنچے، تو خط پھینک دیا اور کہا:

یاسبحان اللہ ! وصار علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوخذ بالوسائل ؟

سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وسیلوں اور سفارشوں سے حاصل کیا جانے لگا؟

میں نے دیکھا، کہ امیر مدینہ امام صاحب سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا، تو میں نے خود آگے بڑھ کر کہا، میں مُطّلِبی آدمی ہوں اور میں نے اپنی داستان بیان کی، امام صاحب نے باتیں سن کر تھوڑی دیر میری طرف دیکھا اور نام پوچھا، میں نے کہا، میرا نام محمد ہے امام صاحب نے کہا:

یا محمد ! اتق اللہ واجتنب المعاصی فانہ سیکون لک شان من الشان ۔ (الشافعی حاشیہ ص۲۰)

محمد! اللہ سے خوف پیدا کرو اور گناہوں سے بچو کیوں، کہ آئندہ تم بہت

باحیثیت انسان ہو گے۔

پھر ارشاد فرمایا، تم کل آنا اور اپنے ساتھ کسی آدمی کو لانا، جو تمہارے لیے مؤطا کی قرأت کرے میں نے عرض کیا، خود ہی میں مؤطا کی قرأت کروں گا۔

امام مالک کی درس گاہ میں مؤطا کا درس

چوں کہ اسلامی ملکوں میں فقہا و محدثین کے درس کے دو طریقے مروج تھے۔

(۱) شیخ کسی اونچی جگہ بیٹھ جاتا، تلامذہ صف بستہ ہو کر اس کے گرد بیٹھ جاتے اور شیخ خود پڑھتا جاتا یا روایت بیان کرتا جاتا جسے طلبہ قلم بند کر لیا کرتے۔

(۲) اکثر شیوخ کا طریقہ یہ تھا، کہ وہ اپنی احادیث، فتاوی و تعلیقات کو خود ہی لکھ لیتے تھے اور کسی ذہین سمجھدار طالب علم کو دے دیتے تھے، جب درس شروع ہوتا تو شاگرد اس کتاب کو پڑھتا جاتا اور شیخ اس کی وضاحت کرتا، یہی طریقہ امام مالک کے درس کا بھی تھا، ابن حبیب، معن بن عیسیٰ، یحییٰ اکثر مؤطا پڑھنے والے تھے، یہی وجہ ہے، کہ صحیح بخاری میں یحییٰ حدثنا و اخبرنا کے بجائے یہ کہتے ہیں ''قرأت علی مالك ''یعنی میں نے امام مالک کے سامنے پڑھا، امام شافعی اپنے سفرنامے میں مدینہ منورہ کی حاضری اور امام مالک سے ملاقات کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

آٹھویں دن نماز عصر کے بعد مدینہ میں ہمارا داخلہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھی، پھر قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پیش کیا، یہیں امام مالک دکھائی دیے، ایک چادر کی تہبند باندھے ہوئے تھے، دوسری چادر اوڑھے تھے اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے، مجھ سے نافع نے ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے، یہ کہہ کر انہوں نے زور سے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا، یہ نظارہ دیکھ کر امام مالک بن انس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی اور جہاں جگہ ملی، وہیں بیٹھ گیا، امام مالک حدیث روایت کرنے لگے، میں نے جلدی سے زمین پر پڑا ہوا ایک تنکا اٹھا لیا، مالک جب کوئی حدیث

سناتے، تو میں اسی تنکے کو اپنے لعاب دہن سے تر کر کے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا، امام مالک میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے، مگر مجھے خبر نہ تھی، آخر مجلس ختم ہوگئی اور امام مالک منتظر رہے، کہ سب کی طرح میں بھی اٹھ جاتا ہوں یا نہیں، میں بیٹھا ہی رہا، تو امام مالک نے مجھے اشارے سے بلایا، میں قریب پہنچا تو کچھ دیر غور سے مجھے دیکھتے رہے، فرمایا، تم حرم کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میں حرم کا باشندہ ہوں پوچھا مکی ہو میں نے کہا ہاں! کہنے لگے، قریشی ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں! فرمانے لگے سب اوصاف پورے ہیں، مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے، میں نے عرض کیا، آپ نے میری کون سی بے ادبی دیکھی ہے، کہنے لگے، میں رسول اللہ کے کلمات طیبات سنا رہا تھا اور تم تنکا لیے اپنے ہاتھ پر کھیل رہے تھے، میں نے جواب دیا، کاغذ پاس نہیں تھا، اس لیے آپ سے جو کچھ سنتا تھا اسے لکھتا جاتا تھا، اس پر امام مالک نے میرا ہاتھ دیکھا اور فرمایا، ہاتھ پر تو کوئی تحریر نہیں ہے، میں نے عرض کیا، ہاتھ پر لعاب کا اثر باقی نہیں رہتا، لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں، مجھے سب یاد ہو چکی ہیں، امام مالک کو تعجب ہوا، کہنے لگے سب نہیں ایک ہی حدیث سنا دو، میں نے فوراً کہا ہم سے مالک نے نافع مولیٰ ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے اور مالک ہی کی طرح میں نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا، پھر وہ پوری پچیس حدیثیں سنا دیں، جو انہوں نے مجلس کے خاتمے تک سنائی تھیں۔

اب سورج ڈوب چکا تھا، امام مالک نے نماز پڑھی، پھر میری طرف اشارہ کر کے غلام سے کہا، اپنے آقا کا ہاتھ تھام لو اور مجھ سے فرمایا، اٹھو غلام کے ساتھ میرے گھر جاؤ، میں نے انکار نہیں کیا، اور اٹھ کھڑا ہوا امام مالک جو مہربانی مجھ سے کرنا چاہتے تھے، میں نے بخوشی قبول کر لیا، جب گھر پہنچا، تو غلام ایک کوٹھری میں مجھے لے گیا اور کہنے لگا گھر میں قبلے کا رخ یہ ہے، یہ پانی کا لوٹا ہے اور بیت الخلا ادھر ہے کچھ دیر بعد امام مالک تشریف لائے، غلام بھی ساتھ تھا، اس کے ہاتھ میں ایک خوان تھا، مالک نے خوان

لے کر فرش پر رکھ دیا، پھر مجھے سلام کیا اور غلام سے کہا، ہاتھ دھلاؤ، غلام برتن لیے میری طرف بڑھا، مگر مالک نے ٹوکا، جانتا نہیں، پہلے میزبان کو ہاتھ دھونا چاہیے اور کھانے کے بعد مہمان کو، مجھے یہ بات پسند آئی اور اس کی وجہ دریافت کی، امام مالک نے جواب دیا، میزبان کھانے پر مہمان کو بلاتا ہے، اس لیے پہلے ہاتھ بھی میزبان کو ہی دھونا چاہیے اور کھانے کے بعد آخر میں اس لیے ہاتھ دھوتا ہے، کہ شاید اور کوئی مہمان آجائے تو کھانے میں میزبان اس کا بھی ساتھ دے سکے۔

اب امام مالک نے خوان کھولا، اس میں دو برتن تھے، ایک میں دودھ تھا، دوسرے میں کھجوریں، مالک نے بسم اللہ پڑھی اور میں نے بھی بسم اللہ پڑھی اور ہم نے کھانا کھالیا، مگر مالک جانتے تھے، کہ کھانا کافی نہیں ہے، کہا، اے ابوعبداللہ! ایک مفلس وقلاش فقیر دوسرے فقیر کے لیے جو کچھ پیش کر سکتا تھا، یہی تھا، میں نے عرض کیا، وہ معذرت کیوں کرے، جس نے احسان کیا ہے، معذرت تو قصوروار کرتا ہے۔

کھانے کے بعد امام مالک مکہ والوں کے حالات پوچھتے رہے اور جب رات زیادہ ہوگئی، تو اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا، اب تم آرام کرو، میں تھکا ہوا تو تھا، ہی لیٹتے ہی بے خبر سو گیا، پچھلے پہر دروازے پر دستک ہوئی اور آواز آئی، خدا کی تم پر رحمت ہو، "نماز" میں اٹھ بیٹھا، کیا دیکھتا ہوں، خود امام مالک ہاتھ میں لوٹا لیے کھڑے ہیں، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی، مگر وہ کہنے لگے، ابوعبداللہ! کچھ خیال نہ کرو، مہمان کی خدمت فرض ہے، میں نماز کے لیے تیار ہوگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں امام مالک کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی، اندھیرا بہت تھا، کوئی کسی کو پہچان نہ سکتا تھا، سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ کے تسبیح وذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے، یہاں تک کہ پہاڑیوں پر دھوپ نمودار ہوگئی، امام مالک کل جس جگہ بیٹھے تھے، اسی جگہ آج بھی جا بیٹھے اور اپنی کتاب مؤطا میرے ہاتھ میں دے دی، میں نے کتاب سنانا شروع کیا اور لوگ لکھنے لگے۔

میں امام مالک کے گھر آٹھ مہینے رہا، پوری مؤطا مجھے حفظ ہوگئی، مجھ میں اور امام

مالک میں اس قدر محبت ہوگئی تھی، کہ انجان آدمی دیکھ کر کہہ نہیں سکتا تھا، کہ مہمان کون ہے؟ اور میزبان کون؟ پھر وہ موطا کی قرأت کرتے رہے اور کچھ دنوں میں اس سے فراغت پالی، امام صاحب فرماتے ہیں، موطا کی قرات کے دوران امام مالک کی ہیبت سے جب میں پڑھنا بند کر دیتا امام صاحب میری خوبی قرات اور حسن اعراب کو پسند فرماتے اور ارشاد ہوتا "یافتی زد" اے جوان اور پڑھو! یہاں تک کہ میں نے چند دنوں میں موطا کی قرات کر لی۔ (امام شافعی ص ۲۰)

موطا کی قرات کے بعد بھی شیخ کی مجلس سے ان کی وابستگی قائم رہی اور وہ امام جلیل سے ان فقہی مسائل کی تحصیل کرتے رہے وہ ارشاد فرمایا کرتے:

امام شافعی نے امام دارالہجرت سے خوب فیض حاصل کیا اور ان کے علمی احسانات کے معترف رہے فرمایا کرتے تھے:

مالك معلمي واستاذي ومنه تعلمنا العلم وماأحد امن على من مالك وجعلت مالكا حجة فيما بيني وبين الله ۔

مالک میرے معلم اور میرے استاذ ہیں، میں نے علم ان سے سیکھا ان سے زیادہ مجھ پر کسی کا احسان نہیں ہے، میں نے ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنالیا ہے۔ (الدیباج المذہب ص ۲۲۸)

امام صاحب کی دقیقہ رسی

امام محمد بن جریر طبری سے روایت ہے، کہ جب امام شافعی مدینہ منورہ میں تکمیل علوم کر چکے تو واپسی سے پہلے ایک دن آپ امام مالک کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، وہاں ایک شخص آیا اور امام مالک سے عرض کیا، میں قمریوں کا تاجر ہوں، میں نے ایک شخص کے ہاتھ قمری فروخت کی اور یہ بھی کہا کہ قمری خوب بولتی ہے، تھوڑی دیر کے بعد جس نے قمری خریدا تھا، واپس آیا اور کہنے لگا، کہ یہ قمری تو نہیں بولتی، اس دوران میری اور اس کی بحث شروع ہوگئی، دوران بحث میری زبان سے یہ جملہ نکل گیا، کہ میری قمری کبھی

خاموش نہیں رہتی، اگر رہے تو میری بیوی کو طلاق ہے، اب فرمایئے میری بیوی کو طلاق تو نہیں ہوئی، امام مالک نے جواب دیا، تیری بیوی کو طلاق ہو گئی، وہ شخص رنجیدہ گھر واپس چلا گیا، امام شافعی خاموشی سے اس کے پیچھے ہو لیے، تھوڑی دور پہنچ کر اس شخص کو آواز دے کر روکا اور پوچھا، تیری قمری اکثر بولتی ہے یا اکثر چپ رہتی ہے؟ اس نے کہا وہ اکثر بولتی ہے، کبھی کبھی خاموش بھی رہتی ہے، امام شافعی نے کہا، مطمئن رہو، تمہاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی، یہ جواب دے کر پھر امام مالک کے حلقہ میں آکر شریک ہو گئے، وہ سائل پھر واپس آیا اور امام مالک سے کہا، جناب والا! میرے مسئلے میں پھر غور فرمایئے، امام مالک نے پھر وہی جواب دیا، سائل نے کہا، کہ آپ کے حلقے میں یہ نوجوان شخص شریک ہے، اس نے ابھی مجھے مطمئن کر دیا، کہ طلاق نہیں ہوئی، اس پر امام مالک کو غصہ آیا اور فرمانے لگے، کہ کثرت وقلت کی یہاں کیا بحث ہے؟ امام شافعی نے جواب دیا، کہ آپ ہی نے مجھ سے بواسطہ عبیداللہ بن زیاد روایت بیان فرمائی ہے، کہ فاطمہ بنت قیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ معاویہ اور ابوجہم نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا ہے، فرمایئے، کہ میں کس سے نکاح کروں؟ آپ نے فرمایا، معاویہ تو تنگ دست ہے اور ابوجہم کبھی کاندھے سے لکڑی ہی نہیں اتارتا، حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے، کہ ابوجہم سوتا بھی ہے اور دوسری حاجتوں میں بھی مصروف رہتا ہے، میں نے اندازہ کیا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشائے مبارک یہ تھا، کہ وہ اکثر کاندھے پر لکڑی رکھے رہتا ہے، اس بنا پر میں نے اس کو یہ فتویٰ دیا، کہ قمری چوں کہ اکثر بولتی ہے اس لیے طلاق نہیں ہوئی۔

امام مالک نے سائل سے فرمایا، ہاں! بھائی جاؤ! واقعی طلاق نہیں ہوئی، شافعی کا استدلال معقول ہے، امام شافعی کی اس دقیقہ سنجی نے امام مالک سے کہلوا دیا کہ اب تم میں فتویٰ دینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے، امام مالک اور دیگر محدثین وفقہائے مدینہ نے متفقہ طور پر آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت عطا فرمائی۔

بنی ہذیل میں آمد

امام شافعی امام دارالہجرت کی خدمت سے ان کی وفات تک وابستہ رہے، مگران کی اجازت سے دوسرے بلاد وامصار کا سفر بھی کرتے رہے، مؤطا کی قرأت سے فراغت اور آپ کے فقہی کمالات کی خوشہ چینی کے بعد والدہ محترمہ کی زیارت کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے، وہاں سے اپنے نانیہال یمن گئے، قبیلہ ہذیل تمام قبائل عرب میں اپنی زبان کی شستگی اور فصاحت وبلاغت میں مشہور تھا، اس قبیلہ میں رہ کر مختلف علوم وفنون کی تکمیل کی، تیراندازی، فن لغت، فن تاریخ، علم انساب، فن نحو، عروض، علم فراست ان سب علوم وفنون میں اس قدر کمال پیدا کیا، کہ نامو ران عرب نے آپ کو ماہر فن اور امام وقت تسلیم کیا۔

تیراندازی عرب سپاہیانہ زندگی کا خاص جوہر تھا اور ایک مسلمان کے لیے غازی بننا ضروری تھا، امام شافعی اس فن میں بڑی مہارت رکھتے تھے، عمرو بن سواد امام صاحب سے روایت کرتے ہیں:

كانت نهمتي في شيئين في الرمي وطلب العلم فنلت من الرمي حتى كنت اصيب من عشرة عشرة وسكت عن العلم فقلت له انت والله في العلم اكبر منك في الرمي .

(مناقب لابن حاتم الرازی ص ۲۳)

اور مجھے (شافعی کو) دو چیزوں میں شغف تھا، تیراندازی اور طلب علم، میں نے تیراندازی میں ایسا کمال پیدا کیا، کہ دس تیروں میں تمام تیر نشانے پر بیٹھتے، آپ علم کے بارے میں خاموش رہے، میں (عمرو بن سواد) نے کہا، خدا کی قسم! آپ تیراندازی کی بہ نسبت علم میں کہیں زیادہ کمال رکھتے ہیں۔

یمن کی امارت

امام شافعی امام دارالہجرت اور دوسرے ائمہ فن سے کسب علم وفن کے بعد جب مکہ پہنچے، تو ان کے فضل وکمال کا چرچا عام ہو چکا تھا، اسی زمانہ میں امیر یمن مکہ آیا، عمائدین قریش نے اس سے گفتگو کی اور میری اہلیت بیان کی تا کہ وہ مجھے یمن لے جائے، لیکن میرے پاس سفر کے اخراجات کے لیے رقم موجود نہ تھی، مجبوراً میں نے اپنی والدہ کی ایک چادر سولہ دینار میں رہن رکھی اور سامان سفر مہیا کیا، یمن پہنچ کر امیر نے مجھے ایک مقام پر مقرر کیا، میں نے پوری ذمے داری کے ساتھ وہ خدمت انجام دی، تو اس نے میری کارکردگی سے مطمئن اور خوش ہو کر مجھے جزوی منصب قضا پر فائز کر دیا۔

مقدمات کے فیصلوں میں حد درجہ محتاط تھے، کسی کا اثر قبول نہ کرتے اور تحقیق وتفتیش کا جو نظام قائم کیا، اس کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> كنت بنجران وبها بنو الحارث بن (عبدالمدان) وموالي ثقيف فجمعتهم فقلت اختاروا سبعة نفر منكم فمن عدلوه كان عدلا ومن جرحوه كان مجروحا فجمعوا لي سبعة منهم فجلست للحكم فقلت للخصوم تقدموا فاذا شهد الشاهد عندي التفت الى السبعة فان عدلوه كان عدلا وان جرحوه قلت زدني شهودا فلما اتيت على ذلك جعلت اسجل واحكم ۔ (ادب الشافعی ومناقبہ ج ۱ ص ۳۱)
>
> میں نجران میں تھا اور بنی حارث بن عبدالمدان اور ثقیف کے موالی بھی وہیں تھے، میں نے ان کو جمع کیا اور کہا، اپنے میں سے سات لوگوں کو منتخب کر لو، تو یہ لوگ جسے عادل قرار دیں، عادل ہوگا اور جسے مجروح گردانیں مجروح ہوگا، انہوں نے میرے لیے سات لوگوں کو جمع کیا، میں فیصلہ کرنے کے لیے بیٹھا، تو میں نے مخاصمین سے کہا، آگے بڑھو،

جب کوئی گواہ میرے پاس گواہی دیتا تو میں ساتوں کی طرف متوجہ ہوتا، اگر وہ اسے عادل قرار دیتے تو عادل ہوتا اور اگر اسے غیر عادل بتاتے تو میں کہتا دوسرے گواہوں کو پیش کرو، جب میں اس حال تک پہنچتا تو میں دستاویز لکھواتا اور فیصلہ کرتا۔

چند دنوں کے بعد امیر نے مزید ترقی دی اور میں نے اس کارکردگی میں اچھی خاصی شہرت حاصل کرلی، اس زمانہ میں یمن سے عمرہ کرنے والوں کا وفد رجب میں مکہ آیا اور ان لوگوں نے میرا تذکرہ یہاں نہایت اچھے انداز میں کیا، جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں تعریف ہونے لگی۔

جب میں یمن سے مکہ آیا اور ابن ابی یحییٰ، ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ سمعانی مدنی اسلمی متوفی ۱۸۴ھ کی خدمت میں پہنچا اور سلام کرکے بیٹھ گیا، انہوں نے سخت لہجے میں مجھے ڈانٹا اور کہا، کہ تم لوگ ہماری مجلس درس میں حاضر ہوتے ہو اور جب کسی کو کوئی منصب مل جاتا ہے تو وہ اس میں مصروف ہو جاتا ہے، اس طرح کی اور بھی باتیں کہیں، میں ان کے یہاں سے چلا آیا، اس کے بعد سفیان بن عیینہ کے پاس گیا، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے خندہ پیشانی سے مرحبا کہا، محبت سے پیش آئے اور کہا، کہ ہم کو تمہارے امیر ہونے کی اطلاع مل گئی تھی، تم نے وہاں رہ کر علم دین کی اشاعت نہیں کی اور اللہ کی طرف سے تم پر جو ذمے داری تھی اس کو پورے طور پر انجام نہیں دیا، اب وہاں نہ جانا، سفیان بن عیینہ کی نصیحت میرے لیے ابن ابی یحییٰ کی باتوں سے زیادہ کارگر ثابت ہوئی۔ (جامع بیان العلم ج ا ص ۹۸)

ابتلا و آزمائش

شہادت حسین ۶۱ھ کے بعد آل فاطمہ اور بنو ہاشم کے ساتھ مسلمانوں کی ارادت وعقیدت بڑھی اور اموی خلفا کے خلاف نفرت وعداوت عام ہونے لگی، حضرت علی کے صاحبزادے محمد ابن حنفیہ امام منتخب کیے گئے، مختار بن ابی عبید ثقفی نے انتقام حسین کے لیے علم اٹھایا، اسے عراق اور خراسان میں کامیابی حاصل ہوئی، قیام حکومت کے بعد اس کے رویے سے خودغرضی اور زمانہ سازی کے آثار نمایاں ہونے لگے، نیز اس کے باطل معتقدات کی بنا پر علویوں میں بیزاری پیدا ہونے لگی، عبدالملک بن مروان نے ۶۸ھ میں مختار کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور زوال پذیر اموی حکومت کی بنیادیں از سر نو مستحکم کیں، مگر یہ اموی خلفا علویوں اور ہاشمیوں کے اثرات کو ختم کرنے کے درپے رہے، ادھر محمد ابن حنفیہ کی وفات ۸۱ھ کے بعد ابو ہشام عبداللہ علوی، ان کے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اس لیے نامزد کیے گئے، کہ علاقہ شام میں کوئی ہاشمی نہ تھا، اس بنا پر خلافت کا ادعا خاندان علوی سے منتقل ہو کر خاندان عباس میں آ گیا، محمد بن علی کا انتقال ۱۲۴ھ میں ہوا، ان کی جگہ ان کے بیٹے ابراہیم بن محمد امام تسلیم کیے گئے، ابراہیم، مروان اموی کے ہاتھ گرفتار ہو کر مارے گئے، شیعان عباسی نے اس غم میں سیاہ کپڑے پہنے، ابراہیم کے بعد ابوالعباس سفاح بنو ہاشم کے سرخیل ہوا، ۱۳۲ھ میں یہ کامیاب ہوا اور اس طرح اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

عباسیوں نے امویوں سے خوب انتقام لیا زندوں کے قتل کے ساتھ مردوں کی ہڈیاں قبروں سے نکال کر نذر آتش کیں، لیکن اقتدار حاصل ہونے کے بعد وہ علویوں کے

درپردہ دشمن بن گئے، ادھر عباسیوں کا انداز حکمرانی اور نظام خلافت علویوں کے معیار کے مطابق کھوٹا رہا، خلیفہ منصور نے فاطمی وعلوی سادات کی بیخ کنی شروع کردی، آخر تنگ آکر انہیں سادات میں سے ۱۴۵ھ میں محمد نفس ذکیہ نے مدینہ میں علم خودمختاری بلند کیا، اکثر لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، لیکن تقدیر نے ساتھ نہ دیا، بڑی بہادری سے میدان جنگ میں لڑکر شہید ہوگئے، ان کے بھائی ابراہیم بھی ان کے بعد شہید ہوگئے، ۱۵۸ھ میں منصور نے انتقال کیا اور مہدی اس کا جانشین ہوا، مہدی نے ۱۶۹ھ میں وفات پائی، اس کی جگہ موسی ملقب بہ ہادی تخت نشیں ہوا، ایک برس خلیفہ رہا، پھر ۱۷۰ھ میں ہارون رشید خلیفہ ہوا، اس زمانے میں عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی نے ہارون کے مظالم سے تنگ آکر مقابلہ کی تیاریاں کیں، غرضیکہ عباسیوں کا دور بھی سادات کے لیے موجب عتاب وتکلیف ہی رہا۔

امام شافعی جس زمانے میں نجران (یمن) کے والی تھے، مقدمات کے فیصلے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں بیرونی اثر اور دباؤ سے آزاد ہوکر فرمایا کرتے تھے، آپ کا مقدمات کے فیصلوں میں یہ طریقہ تھا، کہ بطور پنچ سات معتمد اشخاص کی ایک کمیٹی بنادیتے اور لوگوں کے معمولی نزاعات کا خاتمہ اس کمیٹی کے ذریعہ ہوجاتا۔ حق وانصاف کی اس روش سے نجران کے مخصوص لوگوں میں گرانی پیدا ہوگئی اور وہ آپ کے دشمن بن گئے، دوسری طرف یمن میں آپ بہت ہردل عزیز تھے اور وہاں کے باشندے آپ کی طلاقت لسان، حسن بیان، قوت استدلال، خوش خلقی، عالی نسبی اور جامعیت علم سے بے حد متاثر تھے، آپ دوسرے عمال کو بھی ہمیشہ رشوت، ظلم، جانبداری اور کسی اثر کی وجہ سے فیصلہ کرنے سے روکتے رہتے تھے، درپردہ آپ کے خلاف سازشوں میں حصہ لینے والے ایسے بدنفس عمال بھی تھے، مطرب جو ایک عامل کی حیثیت رکھتا تھا، اس نے بصیغہ راز ہارون رشید کو ایک عریضہ لکھا، کہ اگر آپ یمن کی خیر چاہتے ہیں، تو محمد بن ادریس شافعی کو نکالیے اور سزا دیجیے، اس شخص کا یہاں بہت اثر ہے اور ہر ملک میں سادات کا خاندان پھر خلافت کا

خواب دیکھ رہا ہے اور شافعی چوں کہ خود ہاشمی ہے، اس لیے قرینہ یہ ہے کہ ان کی اعانت بھی در پردہ سادات کو حاصل ہے، جب یہ خط ہارون رشید کو ملا، تو آپے سے باہر ہو گیا، فوراً میر منشی کو بلوایا اور حماد بربری کے نام بصیغہ راز فرمان لکھوایا، کہ محمد بن ادریس شافعی اور تمام سادات کو گرفتار کر کے فوراً دار الخلافت بھیج دو، چنانچہ حماد نے تعمیل کی، یمن کے تمام سادات اور امام شافعی کو گرفتار کر کے ہارون رشید کے پاس ''رقہ'' بھیج دیا، رشید نے حکم دیا، کہ دس دس سیدوں کو روزانہ قتل کرتے رہو، چنانچہ رشید کے سامنے روزانہ دس سید شہید کیے جاتے، جب آپ کی باری آئی، آپ نے ایسی موثر اور پر درد تقریر فرمائی، جس سے رشید کانپ اٹھا اور اس نے آپ کے قتل کے حکم کو منسوخ کرتے ہوئے حراست میں رکھے جانے کا حکم صادر کیا۔

اسی دوران امام شافعی کے ایک علمی مباحثہ کی تفصیل ہارون رشید کے گوش گزار ہوئی، جس سے خوش ہو کر اس نے آپ کو آزاد کر دیا اور پانچ سو درہم عطا کیے۔

حافظ ابن کثیر اختصار کے ساتھ رقم طراز ہیں:

آپ نے یمن کے علاقے میں نجران کی عدالت سنبھالی، پھر ان لوگوں نے آپ کا مقابلہ کیا اور رشید کے پاس آپ کی چغلی کی، کہ آپ خلافت کے خواہاں ہیں، پس آپ کو پابجولاں ایک خچر پر بغداد لایا گیا اور آپ ١٨٤ھ میں تیس سال کی عمر میں بغداد آئے اور رشید سے ملاقات کی، آپ نے اور محمد بن حسن نے رشید کے سامنے مناظرہ کیا اور محمد بن حسن نے آپ کی تعریف کی، رشید پر واضح ہو گیا، کہ آپ اس بات سے بری ہیں، جو آپ کی طرف منسوب کی گئی اور محمد بن حسن نے آپ کو اپنے یہاں اتارا اور حضرت ابو یوسف اس سے ایک سال قبل فوت ہو چکے تھے اور بعض کہتے ہیں، کہ دو سال قبل فوت ہو چکے تھے اور محمد بن حسن نے آپ کی عزت کی اور امام شافعی نے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ان سے لکھا، پھر رشید نے آپ کو دو سو دینار دیے اور بعض نے پانچ سو دینار بیان کیے۔ (ابن کثیر اردو ج ١٠ ص ٧٦٤)

بعض مصنفین نے امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو یوسف پر یہ بے بنیاد الزام لگایا ہے، کہ انہوں نے خلیفہ ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر برانگیختہ کیا تھا، امام شافعی کی رقہ میں آمد ۱۸۴ھ میں ہوئی، اس سے قبل ہی قاضی ابو یوسف رحلت فرما چکے تھے، جس کی صراحت ابن کثیر نے کی ہے، امام محمد بن حسن شیبانی منصب قضا پر فائز ضرور تھے، لیکن انہوں نے امام شافعی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا، بلکہ جب انہیں امام شافعی کی قید و بند کا علم ہوا، تو آپ کی رہائی کے لیے کمربستہ ہو گئے۔

جب امام شافعی ہارون کے سامنے پیش کیے گئے اور خلیفہ نے آپ سے سوالات کیے، اس وقت امام محمد بھی دربار میں پہنچ چکے تھے، امام شافعی نے کہا، کہ میں علوی نہیں بنی مطلب سے ہوں اور پھر میرا مشغلہ بھی علمی ہے، آپ کے قاضی صاحب بھی ان امور سے واقف ہیں، ہارون نے کہا، اچھا آپ محمد بن ادریس ہیں، امام شافعی نے کہا، جی ہاں! پھر خلیفہ نے امام محمد سے پوچھا، کیا بات یہی ہے، جس طرح یہ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا، بے شک ایسا ہی ہے، علم میں ان کا پایہ بہت بلند ہے، جو شکایت ان کے بارے میں بیان کی گئی ہے، وہ بے بنیاد ہے، ان کی شان ایسے الزامات سے بالاتر ہے، خلیفہ نے کہا، کہ اچھا تو آپ ان کو ساتھ لے جایئے میں ان کے بارے میں غور کروں گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں، کہ امام محمد مجھ کو ساتھ لے گئے اور اس طرح میری گلوخلاصی کے باعث ہوئے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد پر یہ صریح بہتان ہے، کہ انہوں نے ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر ابھارا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس الزام کی تردید فرمائی ہے۔

واما الرحلة المنسوبة الى الشافعي المروية من طريق عبدالله بن محمد البلوى فقد اخرجها الآبرى والبيهقى وغيرهما مطولة ومختصرة وساقها الفخر الرازى فى مناقب الشافعى بغير اسناد معتمدا عليها وهى مكذوبة

وغالب مافیها موضوع وبعضها ملفق من روایات ملفقة واوضح مافیها من الکذب قوله فیهاان ابایوسف ومحمد بن الحسن حرضا الرشید علی قتل الشافعی وهذا باطل من وجهین احدهما ان ابایوسف لما دخل الشافعی بغداد کان مات ولم یجتمع به الشافعی والثانی انهما کانا اتقیٰ الله من ان یسعیا فی قتل رجل مسلم الخ ۔

(توالی التاسیس ص ۷۱)

امام شافعی کی رحلت جو عبداللہ بن محمد بلوی کے طریق سے منقول ہے، اس کو آبری اور بیہقی وغیرہ نے مطول و مختصر نقل کیا ہے اور امام فخر الدین رازی نے بھی مناقب شافعی میں اس پر اعتماد کرتے ہوئے، بغیر سند کے بیان کر دیا، حالاں کہ یہ روایت جھوٹی ہے، اس کا اکثر حصہ موضوع اور من گھڑت ہے اور کچھ حصے ادھر ادھر کی روایتوں کے چند ٹکڑے جوڑ کر بنائے گئے ہیں اور اس میں سب سے زیادہ واضح جھوٹ یہ ہے، کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر ابھارا اور یہ دو وجہ سے باطل ہے، ایک تو یہ کہ جس وقت امام شافعی بغداد آئے اس وقت امام ابو یوسف وفات پا چکے تھے، دوسرے یہ کہ یہ دونوں اس بات سے بہت بالاتر تھے کہ کسی مسلمان کے قتل ناحق کی سعی کریں۔ ان کا خوف الٰہی منصب عالی جلالت قدر اور جو کچھ ان کے دین و تقویٰ کے بارے میں مشہور و معروف ہے وہ قطعاً اس کے منافی ہے۔

والذی تحرر لنا بالطرق الصحیحةان قدوم الشافعی بغداد اول ما قدم کان سنة اربع وثمانین ومائة وکان

ابـو یـوسف قـدمات قبل ذلك بسنتين و انه لقي محمد بن الحسن في تلك القدمة و كان يعرفه قبل ذلك من الحجاز واخذ عنه ولازمه (توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس ص ۷۱)

طرق صحیحہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے، کہ امام شافعی کی بغداد تشریف آوری پہلی مرتبہ ۱۸۴ھ میں ہوئی اور امام ابو یوسف اس سے دو سال پہلے ۱۸۲ھ میں سفر آخرت فرما چکے تھے، البتہ اس مرتبہ امام محمد سے ملاقات ہوئی اور وہ ان کو قبل ازیں حجاز ہی سے جانتے تھے، امام محمد سے انہوں نے علم حاصل کیا بلکہ ان کی خدمت میں رہ پڑے۔

نیز اس روایت کے راوی عبداللہ بن محمد علوی بلوی کے متعلق علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں نقل کیا ہے، کہ دارقطنی نے اس کے متعلق یہ کہا، کہ حدیث گڑھا کرتا تھا اور ابوعوانہ نے بھی اس کی ایک حدیث موضوع کو نقل کیا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۲، ص ۶۵)

وقـال الـحافظ وهو صاحب رحلة الشافعي طولها ونمقها وغالب ماأورده فيها مختلق ۔(لسان الميزان ج ۳ ص ۳۳۸)

یہ شخص رحلۃ الشافعی کا مولف ہے اور بہت طول طویل قصے بنا سنوار کر اس نے لکھے ہیں، اس کا اکثر حصہ ایجاد بندہ اور موضوعات پر مشتمل ہے۔

حافظ ابن حجر کی اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی، کہ ۱۶۴ھ یا ۱۷۱ھ کی رحلت اور اس کے متعلق جتنے واقعات ہیں وہ سب افسانے ہیں اس لیے کہ ۱۸۴ھ سے پہلے ان کی آمد ثابت نہیں۔

اسی طرح بعض لوگوں نے جو یہ لکھا ہے، کہ امام شافعی پر امام ابو یوسف اور امام محمد حسد کرتے تھے، یہ بھی صریح جھوٹ ہے، غور فرمایئے کہ امام شافعی کا تو ابھی طالب علمی کا

زمانہ تھا اس وقت تک ان میں کوئی امتیازی شان یا تفوق کی کوئی چیز ہی پیدا نہ ہوئی تھی، جس پر یہ ائمہ حسد کرتے، یہی وجہ ہے، کہ امام شافعی نے جو نسخہ مؤطا امام مالک سے روایت کیا تھا، وہ متداول ہی نہ ہوا، کیوں کہ وہ ان کے ابتدائی دور کی چیز تھی، اور وہ مدینہ سے مکہ پھر یمن چلے گئے تھے، جہاں عرصہ تک وہ علمی مشاغل سے گویا کنارہ کش رہے، پھر اگر امام شافعی اس وقت بھی محسود ہو گئے تھے، تو حاسد کے دامن میں کیوں پناہ لی اوران سے علم کیوں حاصل کیا، سچی بات یہ ہے کہ یہ اکابر ایک دوسرے کی قدر کرتے تھے، آپس میں بہترین تعلقات تھے بڑے نے ہمیشہ شفقت کا معاملہ کیا، یہاں تک کہ تاریخ میں موجود ہے، کہ ایک مرتبہ امام محمد ہارون رشید کے یہاں جا رہے تھے، دروازے پر امام شافعی کو دیکھا تو کہا، آج بادشاہ کے یہاں نہ جائیں گے، امام شافعی نے عرض کیا میں پھر کبھی آجاؤں گا، امام محمد نے کہا نہیں، سواری سے اترے اوران کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گئے اور امام شافعی نے ادب واحترام اور توقیر کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

راحۃ القلوب میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا نے حضرت زبدۃ العارفین خواجہ فریدالدین گنج شکر کا قول ذکر کیا ہے، کہ جب امام محمد سوار ہو کر کہیں جاتے تھے، تو امام شافعی ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے، حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابوعبید سے نقل کیا ہے، کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ کو علم حاصل کرنا ہے، تو میرے ساتھ رہیے، یہ بھی فرمایا، کہ اس رقم کے لینے میں کوئی تامل وتکلف نہ کریں، امام شافعی نے کہا، کہ اگر آپ میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہوتے جن سے مجھے تکلف برتنا چاہیے تو یقیناً میں آپ کی امداد قبول نہ کرتا۔ اس واقعہ سے بھی ان کے خصوصی تعلقات کا ثبوت ملتا ہے۔ خود امام شافعی سے منقول ہے:

وکان محمد بن الحسن جید المنزلة عند الخلیفة فاختلف الیه وقلت هو اولی من جهة الفقه فلزمته وکتبت

عـنـه وعرفت اقاويلهم وكان اذاقام ناظرت اصحابه فقال لـي بـلـغـني انك تـنـاظرهم فناظرني في الشاهد واليمين فـامتـنـعت فالح علي فتكلمت معه فرفع ذالك الى الرشيد فاعجبه ووصلني ۔(توالی التاسیس ص ۶۹)

امام محمد کی خلیفہ کے یہاں بڑی قدرومنزلت تھی میں امام محمد کے پاس آمدورفت کرنے لگا اور میں نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا، کہ یہ فقہ میں اس وقت سب سے بہتر ہیں، بس میں تو انہیں کا ہوکر رہ گیا، ان کی کتابیں نقل کیں اور ان حضرات کے نظریات واقوال پر مطلع ہوا اور جب امام مجلس سے چلے جاتے تھے تو میں ان کے اصحاب سے بحث ومباحثہ بھی کرتا تھا امام محمد نے ایک روز فرمایا، کہ مجھے معلوم ہوا تم مباحثہ کرتے ہو آؤ آج میرے ساتھ بھی شاہد ویمین کے مسئلہ پر بحث کرو مجھ کو ادب مانع ہوا انکار کیا تو بڑے اصرار سے مجھے مجبور کیا تو میں نے اس مسئلہ میں گفتگو کی تو اس معاملہ کا ذکر رشید سے کیا تو اس نے پسند کیا اور اپنے پاس آمدورفت کا موقع دیا اس طرح اس سے، خصوصی تعلق قائم ہوگیا۔

ورود بغداد اور امام محمد سے شرف تلمذ

امام شافعی دارالخلافہ بغداد پہنچے، اس وقت بغداد اسلامی علوم وافکار کا مرکز بنا ہوا تھا، امام شافعی نے امام اعظم ابوحنیفہ کے تلمیذ رشید امام محمد بن حسن شیبانی کی خدمت میں حاضر ہوکر علم فقہ کی تکمیل کی اور ان کی خدمت میں رہ کر فقہ حنفی کے اصول استنباط، اسلوب اجتہاد کو ازبر کیا، امام شافعی کے فقہی مجتہدات کی اساس اور بنیاد امام محمد کی تعلیم وتدریس سے استوار ہوئی، فقہی نکتہ سنجی، دقیقہ رسی کے جوہر اسی درسگاہ میں کھلے، جس کا اعتراف خود امام شافعی کو بھی تھا:

انی لاعترف الاستاذية علی لما لك ثم لمحمد بن الحسن ۔(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۱۲۴)

میں امام مالک پھر امام محمد کے استاذ ہونے کو تسلیم کرتا ہوں۔

امام صاحب نے امام محمد سے اپنی شاگردی اور ان کی استاذی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

سمعت من محمد بن الحسن رحمه الله اقر بعير .

(جامع بیان العلم ج ۱ص ۹۹)

میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔

یہ بھی فرماتے ہیں، کہ اگر لوگ فقہا کے بارے میں انصاف سے کام لیں، تو ان کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے محمد بن حسن جیسا فقیہ نہیں دیکھا ہے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۱۲۴)

امام شافعی کا ارشاد ہے:

ما رایت اعقل ولا افقه ولا ازهد ولا اورع ولا احسن نطقا ولا ایرادا من محمد بن الحسن . (تہذیب الاسما امام نووی)

میں نے امام محمد سے بڑھ کر عاقل، فقیہ، زاہد، متقی، خوش تقریر اور بحث ونقد کرنے والا نہیں دیکھا۔

میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے برابر حدیثیں لکھی ہیں، اگر وہ نہ ہوتے، تو علم میں میری زبان اتنی نہ کھلتی، تمام اہل علم فقہ میں اہل عراق کے عیال اور اہل عراق اہل کوفہ کے عیال ہیں اور اہل کوفہ امام اعظم کے عیال ہیں، میں نے محمد بن حسن سے زیادہ فصیح وبلیغ آدمی نہیں دیکھا، جب میں ان کو قرآن پڑھتے ہوئے سنتا تھا، تو معلوم ہوتا تھا، کہ گویا قرآن ان کی زبان میں اترا ہے، میں نے جس عالم سے کوئی فقہی وعلمی سوال کیا، محمد بن حسن کے علاوہ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، میں نے محمد بن حسن سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا، گویا ان پر قرآن نازل ہوا ہے۔

امام محمد بن حسن اپنے اس لائق، فائق تلمیذ رشید کا لحاظ ہی نہیں رکھتے تھے، بلکہ ان

کا حد درجہ احترام بھی کرتے تھے، اور علمی تعاون کے ساتھ بوقت ضرورت مادی و مالی تعاون بھی فرماتے تھے، ابوعبید راوی کا بیان ہے، کہ میں نے امام محمد بن حسن کی مجلس درس میں امام شافعی کو دیکھا ہے کہ انہوں نے امام محمد سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور امام محمد کا جواب امام شافعی کو بہت پسند آیا، جسے انہوں نے لکھ لیا، امام محمد نے ان کی اس علمی حرص کو دیکھ کر ایک سو درہم دیا اور فرمایا، کہ "الزم ان تشتهي العلم" اگر علم کی خواہش ہے، تو یہاں رہ جاؤ، اس واقعہ کے بعد میں نے امام شافعی کو کہتے ہوئے سنا ہے، کہ اگر امام محمد نہ ہوتے تو میری زبان علم میں نہ کھلتی۔

امام صاحب کہتے ہیں، کہ میں نے محمد بن حسن کی کتابوں پر ساٹھ دینار خرچ کرکے ان کو حاصل کیا اور ان کے ہر مسئلہ کے پہلو میں دلیل کے لیے حدیث لکھی۔ (ترتیب المدارک ص ۳۹۲)

امام محمد اپنے شاگرد کی از حد قدر و منزلت کرتے، چنانچہ ابوحسن زیادی فرماتے ہیں:

ما رايت محمد بن الحسن يعظم احدا من اهل العلم تعظيمه للشافعي ولقد جاءه يوما فلقيه وقد ركب محمد بن الحسن فرجع محمد الى منزله وخلا به يومه الى الليل ولم ياذن لاحد عليه ۔ (ابن خلکان ج ۲ ص ۳۱۲)

محمد بن حسن کو میں نے اہل علم کی اتنی زیادہ تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جتنی تعظیم وہ شافعی کی کیا کرتے تھے، ایک دن محمد بن حسن کہیں جانے کے لیے سواری پر بیٹھ گئے تھے، اسی دوران شافعی آگئے، محمد بن حسن فوراً سفر ملتوی کرکے گھر آئے اور رات گئے تک ان کے ساتھ رہے اور اس دوران کسی تیسرے شخص کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔

امام شافعی امام محمد کی خدمت سے روانہ ہونے لگے، تو اجازت کے لیے باریاب

ہوئے، وہ خود فرماتے ہیں:

میں نے سفر کی اجازت چاہی، فرمانے لگے، میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا، پھر کہا، میرے پاس مال ودولت موجود ہے، اس میں سے آدھا تم لے لو، میں نے جواب دیا، یہ بات میرے مقاصد اور ارادے کے خلاف ہے، میری خوشی صرف سفر میں ہے، اس پر انہوں نے اپنے صندوق کی سب نقدی منگائی تین ہزار درہم نکلے، وہ سب میرے حوالے کر دیے اور میں نے بلاد عراق وفارس کی سیاحت شروع کر دی، لوگوں سے ملتا جلتا رہا۔ (جامع بیان العلم ص ۲۶۸)

حجام کی بدسلوکی اور امیر کا احترام

امام شافعی عراق سے نکلے، ان کی رحلت وسفر کا مقصد طلب علم تھا، منزلیں طے کرتے ہوئے حران پہنچے، جمعہ کا دن تھا، غسل کے لیے حمام پہنچے، چوں کہ سفر کی وجہ سے بال الجھ گئے تھے، ایک حجام سے بال ترشوانے لگے، اسی دوران حمام میں کوئی امیر آ گیا، حجام اس کے بال تراشنے کے لیے چلا گیا، اس سے فرصت پا کر پاس آیا امام صاحب کہتے ہیں:

میں نے بال درست کرانے سے انکار کر دیا، مگر جب حمام سے جانے لگا، تو میرے پاس جو دینار موجود تھے، ان میں سے اکثر حجام کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا، یہ لے لو، مگر خبردار کسی پردیسی کو حقیر نہ سمجھنا، حجام نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا، فوراً حمام کے دروازے پر بھیڑ لگ گئی اور لوگ مجھے ملامت کرنے لگے، کہ اتنی بڑی رقم حجام کو کیوں دے دی، یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں، کہ شہر کا ایک اور امیر آدمی حمام سے نکلا اس کے سامنے سواری حاضر کی گئی، میں بھیڑ کے سامنے تقریر کر رہا تھا، اس کے کان میں بھی پڑ گئی، سوار ہو چکا تھا، لیکن اتر پڑا اور مجھ سے کہنے لگا، آپ شافعی ہیں؟ میں نے اقرار کیا، تو امیر نے سواری کی رکاب میرے سامنے کر دی اور عاجزی سے کہنے لگا، برائے خدا سوار ہو جائیے، میں سوار ہو گیا، غلام سر جھکائے آگے آگے چل رہا تھا، یہاں تک کہ امیر کا گھر

آ گیا، تھوڑی دیر میں خود امیر بھی آ پہنچا اور بڑی خوشی ظاہر کی پھر دستر خوان بچھ گیا اور ہمارے ہاتھ دھلائے گئے، مگر میں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا، امیر نے پوچھا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے جواب دیا، کھانا مجھ پر حرام ہے، جب تک یہ نہ بتادو، کہ تم نے مجھے پہچانا کیسے؟ کہا، بغداد میں آپ نے جو کتاب لکھ کر سنائی تھی، اس کے سننے والوں میں میں بھی تھا، اس طرح آپ میرے استاذ ہیں، یہ سن کر میں نے کہا، علم دانش مندوں کا کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے، پھر میں نے ایسی خوش دلی سے کھانا کھایا، کہ خدا جانتا ہے، اپنے جیسے اہل علم کے ساتھ کھانے ہی میں وہ خوشی نصیب ہوسکتی ہے، میں تین دن اس شخص کا مہمان رہا، چوتھے دن اس نے کہا، حران کے اطراف میں میرے چار گاؤں موجود ہیں، اور یہ گاؤں ایسے ہیں، کہ پورے علاقے میں ان کی نظیر نہیں، آپ یہیں رہ جائیں، تو سب گاؤں آپ کی خدمت میں ہدیہ ہیں، میں نے جواب دیا، کہ سب گاؤں مجھے دے دو گے تو تمہاری گزر بسر کیسے ہوگی؟ کہنے لگا، آپ وہ صندوق دیکھ رہے ہیں، ان میں چالیس ہزار درہم موجود ہیں، اس رقم سے کوئی تجارت کرلوں گا، میں نے کہا، لیکن خود مجھے یہ منظور نہیں، میں نے اپنا وطن محض تحصیل علم کے لیے چھوڑا ہے، نہ کہ دولت کمانے کے لیے، وہ کہنے لگا، کہ یہ تو سچ ہے، مگر مسافر کو روپے کی ضرورت ہوتی ہے، گاؤں نہ سہی نقد ہی قبول کرلیجیے، اس پر میں نے چالیس ہزار کی وہ پوری رقم لے لی، اسے خدا حافظ کہا، اور حران سے اس حال میں روانہ ہوا، کہ آگے پیچھے باربردار جانور تھے، راستے میں اصحاب حدیث ملے ان میں احمد بن حنبل، سفیان بن عیینہ اور اوزاعی بھی تھے، میں نے ہر ایک کو اس قدر دیا جتنا اس کے مقدر میں تھا۔ (جامع بیان العلم ص ۲۷۳)

پھر امام مالک کی بارگاہ میں

امام شافعی دیار و امصار کی سیاحت کرتے ہوئے، شہر رملہ پہنچے، جہاں انہیں ایک شخص کے ذریعے امام مالک کے حالات اور ان کی خوش حالی کا حال معلوم ہوا، زیارت کا شوق بڑھا، کرایہ پر سواری لی اور حجاز کی سمت روانہ ہوئے، ستائیس دن بعد مدینۃ الرسول

میں حاضر ہوئے، عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے، امام شافعی ملاقات کے احوال اس طرح بیان کرتے ہیں:

میں نے دیکھا، کہ لوہے کی کرسی مسجد میں رکھی ہوئی ہے، کرسی پر بیش بہا قباطی معرکا تکیہ رکھا ہوا ہے اور تکیہ پر لکھا ہوا ہے، "لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا، کہ مالک بن انس باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آتے ہوئے دکھائی دیے، پوری مسجد عطر سے مہک اٹھی، امام مالک کے ساتھ چار سو یا اس سے زیادہ شاگردوں کا مجمع تھا، چار آدمی ان کے جبے کا دامن اٹھائے چل رہے تھے، امام مالک اپنی مجلس میں پہنچے، تو بیٹھے ہوئے، سب آدمی کھڑے ہو گئے، امام مالک کرسی پر بیٹھ گئے اور جراح عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا، مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے قریب کے آدمی کے کان میں کہا، اس مسئلے کا جواب یہ ہے، اس شخص نے میرا بتایا ہوا جواب اونچی آواز سے سنا دیا، مگر امام مالک نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور شاگردوں سے جواب کے طالب ہوئے، شاگردوں کے سب جواب غلط تھے، امام مالک نے کہا تم غلطی پر ہو، پہلے ہی آدمی کا جواب صحیح ہے، یہ سن کر وہ جاہل بہت خوش ہوا، امام مالک نے دوسرا مسئلہ پیش کیا، جاہل میری طرف دیکھنے لگا، میں نے پھر جواب بتا دیا، اس دفعہ بھی امام مالک کے شاگرد صحیح جواب نہ دے سکے، اور اس جاہل کی زبانی میرا ہی جواب ٹھیک نکلا، جب تیسرے مسئلے پر بھی یہی صورت پیش آئی، تو امام مالک اس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا، یہاں آؤ، وہ جگہ تمہاری نہیں ہے، آدمی امام مالک کے پاس پہنچا، تو انہوں نے سوال کیا، تم نے مؤطا پڑھی ہے؟ جاہل نے جواب دیا، نہیں، امام مالک نے پوچھا، ابن جریج کے علم پر تمہاری نظر ہے، اس نے پھر کہا، نہیں، امام مالک نے پوچھا، جعفر صادق سے ملے ہو؟ کہنے لگا نہیں، امام مالک کو تعجب ہوا، کہنے لگے، پھر یہ علم تمہیں کہاں سے ملا؟ جاہل نے جواب دیا، میری بغل میں ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا، اور وہی مجھے مسئلے کا جواب بتاتا تھا، امام مالک نے میری طرف گردن پھیری دوسروں کی گردنیں بھی اٹھ گئیں، امام مالک نے اس جاہل سے کہا جاؤ اور نوجوان کو میرے

پاس بھیج دو، میں امام مالک کے پاس پہنچا اور اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے جاہل اٹھا تھا، وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا، شافعی ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں! شافعی ہوں امام مالک نے مجھے سینے سے لگالیا، پھر کرسی سے اتر پڑے اور کہا، علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں تم اسے پورا کرو، میں نے حکم کی تعمیل کی اور جراح عمد کے چار سو مسئلے پیش کیے، مگر کوئی آدمی جواب نہ دے سکا۔

سورج غروب ہوا، ہم نے مغرب کی نماز پڑھی، امام مالک مجھے اپنے گھر لے گئے، وہاں پرانے کھنڈر کی جگہ نئی عمارت کھڑی تھی، میں بے اختیار رونے لگا، یہ دیکھ کر امام مالک نے کہا، ابوعبداللہ! تم روتے کیوں ہو؟ شاید سمجھ رہے ہو، کہ میں نے دنیا پر آخرت کو تج دیا ہے، میں نے جواب دیا، جی ہاں! یہی اندیشہ دل میں پیدا ہوا تھا، کہنے لگے، تمہارا دل مطمئن رہے، تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، یہ جو کچھ دیکھ رہے ہو ہدیہ ہے، خراسان سے مصر سے دنیا کے دور دراز گوشوں سے ہدیوں پر ہدیے چلے آرہے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمالیتے تھے اور صدقہ رد کردیتے تھے، میرے پاس اس وقت خراسان اور مصر کے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں، غلام بھی اتنے ہی ہیں اور معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے، اب یہ سب میری طرف سے تمہارے لیے ہدیہ ہے، صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں، اس کی سالانہ زکوۃ نکالتا ہوں اس میں سے بھی آدھی رقم تمہاری ہے، میں نے کہا، دیکھیے، آپ کے بھی وارث موجود ہیں اور میرے بھی وارث زندہ ہیں، آپ نے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے، اس کی تحریر ہو جانا چاہیے تحریر سے میری ملکیت مسلم ہو جائے گی، اگر میں مر گیا تو سارا مال آپ کے وارث نہ لے سکیں گے، بلکہ میرے وارثوں کو بھی ملے گا، اسی طرح خدانخواستہ اگر آپ کی وفات ہوگئی تو بھی یہ آپ کے وارثوں کا نہیں، میرا ہو جائے گا۔

یہ سن کر امام مالک مسکرائے اور فرمایا یہاں بھی علم ہی سے کام لیتے ہو، میں نے جواب دیا، علم کے استعمال کا اس سے بہتر موقع اور کون ہو سکتا ہے، امام مالک نے رات ہی

میں تحریر مکمل کر دی۔

نماز فجر با جماعت ادا کرنے کے بعد ہم گھر لوٹے، میں نے دیکھا، کہ دروازے پر خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے ہیں، گھوڑوں کی کونچیں بڑی حسین تھیں بے اختیار منہ سے نکل گیا ایسے خوب صورت پاؤں تو میں نے کبھی نہیں دیکھے، امام مالک نے فرمایا، یہ تمام سواریاں تمہارے لیے ہیں، میں نے عرض کی کم از کم ایک جانور تو اپنے لیے رہنے دیجیے، فرمایا، مجھے خدا سے شرم آتی ہے، کہ اس زمین کو میری سواری اپنی ٹاپوں سے روندے، جس کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا، کہ دولت کی اس بہتات میں بھی امام مالک کا تقویٰ بدستور باقی ہے۔ (ایضا)

مراجعت وطن

امام مالک کی بخشش وعطا سے مالا مال ہو کر امام شافعی مکہ پہنچے، شہر میں داخلے سے پہلے ہی ایک عورت ملی اور اس نے کہا، تم یہ ساری دولت لے کر مکہ میں اس لیے داخل ہو رہے ہو، تاکہ اپنے چچیرے بھائیوں پر فخر کرو امام صاحب نے پوچھا تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ کہنے لگی، اعلان کر دو، کہ بھوکے آئیں اور کھائیں اور پیدل آئیں اور سواری لے جائیں اور ننگے آئیں اور کپڑا پہن جائیں، اس طرح دنیا میں بھی تیری آبرو بڑھے گی اور آخرت کا ثواب اپنی جگہ رہے گا۔

امام شافعی کہتے ہیں، میں نے بڑھیا کی اس نصیحت پر عمل کیا، اس واقعہ کی شہرت دور دور تک پھیلی، امام مالک نے بھی سنا اور ہمت افزائی کی، کہلا بھیجا، کہ جتنا دے چکا ہوں اتنا ہی ہر سال تمہیں بھیجتا رہوں گا۔

مکہ میں میرا داخلہ اس حال میں ہوا، کہ ایک خچر اور پچاس دینار کے سوا اس دولت میں سے کچھ باقی نہ تھا، جو ساتھ آئی تھی، راہ میں اتفاق سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا، ایک کنیز نے جس کی پیٹھ پر مشک تھی، لپک کے اٹھا لیا اور میری طرف بڑھایا، میں نے اس کے لیے پانچ دینار نکالے یہ دیکھ کر بڑھیا نے کہا یہ تو کیا کر رہا ہے؟ میں نے

کہا، عورت کو انعام دینا چاہتا ہوں، بڑھیا نے کہا، جو کچھ تیرے پاس ہے سب دے دے۔

میں نے یہی کیا، اور مکہ میں پہلی رات بسر کرنے سے پہلے ہی مقروض ہوگیا، لیکن امام مالک میرے پاس وہ سب بھیجتے رہے، جو مدینے میں انہوں نے مجھے دیا تھا، گیارہ برس تک یہ سلسلہ جاری رہا، پھر جب امام مالک کا انتقال ہوگیا، تو حجاز کی سرزمین مجھ پر تنگ ہوگئی اور میں مصر چلا آیا، یہاں خدا نے عبداللہ بن حکم کو میرے لیے کھڑا کر دیا اور وہ میری تمام ضرورتوں کے کفیل ہوگئے۔

اہم شیوخ واساتذہ

خداوند تعالیٰ نے امام شافعی کو قوت اخذ و استنباط، ذہن رسا، شعور کامل، فکر بلیغ، نظر عمیق، پختہ بصیرت، دوررس فکر، فصاحت لسان، بلاغت بیان کے ساتھ تحصیل علم وفضل کا بے کراں شوق عطا فرمایا تھا، انہوں نے تنگ حالی اور فاقہ مستی کی سختیاں جھیلتے ہوئے کسب علم کے میدان میں قدم رکھا، پورے انہماک وخلوص کے ساتھ تحصیل علم کی ڈگر پر استقامت کے ساتھ چلتے رہے، اپنے زمانے میں مروج ہر علم وفن کی جستجو کو شیوہ حیات بنالیا اور اس دور کے تمام مکاتب علم وفن کے ہر چشمہ صافی سے علمی پیاس بجھائی اور علوم ومعارف کے بحر زخار سے علم وفضل کے موتی چنے، طلب علم کی حرص انہیں اسلامی بلاد وامصار میں پھراتی رہی اور وہ علم وفضل کے ساتھ سیر وسیاحت کے تجربات ومشاہدات سے بھی مالا مال ہوتے رہے، ان کے شیوخ واساتذہ کی تعداد یوں تو بہت ہے، لیکن وہ ارباب کمال شیوخ جو فقہ وفتاوی اور حدیث وسنت کے جامع تھے انیس ہیں:

(۱) مکی شیوخ:۔ سفیان بن عیینہ، مسلم بن خالد زنجی، سعید بن سالم قداح، داؤد بن عبدالرحمٰن عطار، عبدالحمید بن عبدالعزیز ابی رواد۔

(۲) مدنی شیوخ:۔ مالک بن انس، ابراہیم بن سعد انصاری، عبدالعزیز بن محمد دراوردی، ابراہیم بن ابی یحییٰ اسامی، محمد بن ابی سعید بن ابی فدیک، عبداللہ بن نافع صائغ۔

(۳) یمنی شیوخ:۔ مطرف بن مازن، ہشام بن یوسف، عمر بن ابی سلمہ، یحییٰ بن

حسان۔

(۴) عراقی شیوخ :۔ وکیع بن جراح، ابواسامہ حماد بن اسامہ، اسماعیل بن علیہ، عبدالوہاب بن عبدالمجید، امام محمد بن حسن شیبانی۔

امام محمد بن حسن شیبانی ان جلیل القدر شیوخ میں ہیں، جن سے امام شافعی نے ان کی کتابیں سنیں اور ان سے حدیثیں روایت کیں اور آپ ہی کی درسگاہ سے اہل عراق کی فقہ حاصل کی۔

امام شافعی کے مزید اساتذہ مقری اسماعیل بن قسطنطین مکی، محمد بن علی بن شافع مکی، عبدالوہاب ثقفی، ابوحمزہ حاتم بن اسماعیل، اسماعیل بن جعفر، محمد بن خالد جندی، عطاف بن خالد مخزومی بھی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج۹ص۲۳)

(۱) مسلم بن خالد زنجی رضی اللہ عنہ

ابوعبداللہ مسلم بن خالد زنجی بن فروہ بن مسلم بن سعد بن جرجہ ۱۰۰ھ میں شام میں پیدا ہوئے، پوری زندگی مکہ میں بسر کی، علم وفضل، زہد وعبادت اور ورع وتقویٰ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، فقہ میں اپنے وقت کے امام تسلیم کیے جاتے تھے، امام شافعی نے انہیں کے فیضان صحبت سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور پندرہ سال کی عمر میں ان سے افتا کی اجازت حاصل کرلی تھی۔ ابن حجر نے لکھا ہے:

ومنه تعلم الشافعي الفقه قبل ان يلقى مالكا ۔

(تہذیب التہذیب ج۱ص۱۲۹)

امام مالک کی ملاقات سے پہلے امام شافعی نے ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔

ذہبی لکھتے ہیں:

هو الذی اذن للشافعی فی الافتاء ۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص۲۴۵)

مسلم زنجی ہی نے امام شافعی کو فتویٰ دینے کی اجازت دی تھی۔

۱۸۰ھ میں بمقام مکہ ہارون الرشید کے زمانے میں وفات پائی۔

(۲) سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ

محدث حرم امام ابو محمد سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون ہلالی ۱۰۷ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے، آپ کے والد صاحب علم وثروت شخص تھے، انہوں نے اپنے ہونہار فرزند کی تعلیم پر خصوصی توجہ کی، سات سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہوئے تو حدیثوں کی کتابت شروع کرادی گئی، پندرہ سال کی عمر میں باقاعدہ تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے، حجاز جاکر ابن شہاب زہری، عمرو بن دینار مکی کی مجلس درس سے وابستہ ہوئے، کوفہ آکر وہاں کے اہل علم سے استفادہ کیا۔

قدرت نے ابن عیینہ کو بلا کا حافظہ اور ذکاوت عطا کی تھی۔ وہ خود کہتے ہیں:

ما کتبت شیئا حفظتہ ۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۸۲)

میں نے کسی چیز کو نہیں لکھا جو مجھے یاد ہوگئی۔

ابن عیینہ علم تفسیر وعلم حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

لولا مالك وسفیان لذهب علم الحجاز ۔ (تهذیب التهذیب ج ۴ ص ۱۰۵)

امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے، تو حجاز کا علم ختم ہوجاتا۔

امام عجلی کہتے ہیں: كان حسن الحديث يعد من حكماء اصحاب الحديث ۔ (ایضا)

وہ عمدہ حدیثوں والے تھے اور دانشور محدثین میں شمار کیے جاتے تھے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ما رایت احدا من الناس فیه جزالة العلم ما فی ابن عیینة وما رایت احدا الف عن الفتیا منه ۔

(ایضا)

میں نے علم کی جتنی پختگی امام ابن عیینہ میں دیکھی، کسی میں نہیں دیکھی اور میں نے ان سے زیادہ فتویٰ سے گریز کرنے والا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

ابن خلکان رقم طراز ہیں:

كان اماما عالما ثبتا حجة زاهدا ورعا مجمعا على صحة حديثه وروايته ۔ (وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۷۷)

وہ امام، عالم، ثبت، حجت، زاہد اور پرہیزگار تھے حدیث کی صحت اور روایت میں متفق علیہ تھے۔

حدیث میں جو بات ابن عیینہ کو معاصرین میں ممتاز کرتی ہے، وہ حدیث کا فہم، تفسیر حدیث کا ملکہ اور وثوق و اعتماد ہے۔

بیس بائیس سال کی عمر میں مسعر بن کدام کی خواہش پر حلقہ درس قائم کیا، ابن عیینہ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، ایام حج میں جب عالم اسلام کے لوگ حرمین شریفین حاضر ہوتے تو ان کے حلقہ درس میں بڑا ازدحام ہوتا تھا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

فقد كان خلق يحجون والباعث لقاء ابن عيينة فيزدحمون عليه في ايام الحج ۔ (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۱۷۵)

ایک مخلوق حج کے لیے جاتی تھی، کہ ابن عیینہ سے سماع حدیث کا موقع ملے گا، لوگ ایام حج میں ان کے گرد ہجوم کرتے۔

امام شافعی نے ان کے حلقہ درس میں شرکت کی، وہ فرماتے ہیں:

میں نے امام مالک کے یہاں احکام کی تمام احادیث تیس حدیثوں کے علاوہ پائیں اور ان تیس احادیث میں سے چھ کے علاوہ سب کو سفیان بن عیینہ کے یہاں پایا۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۳۲)

جمادی الاخری ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

(۳) اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ

ابو بشر اسماعیل بن ابراہیم معروف بابن علیہ بمقام بصرہ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے، گھر پر قرآن پڑھا، پھر والدہ محدث عبدالوارث کی خدمت میں لے گئیں اور

کہا، یہ میرا بیٹا ہے، اسے آپ اپنی خدمت میں رکھیں، تاکہ آپ جیسا عالم وفاضل ہوجائے، عبدالوارث نے ہونہار اسماعیل کو اپنا شاگرد خاص بنالیا اور اپنے ساتھ علما ومحدثین کی مجلسوں میں لے جاتے، اس طرح انہوں نے بصرہ کے ممتاز شیوخ سے علم حاصل کیا۔

ابن علیہ نے علم وفن کے شہ پاروں کو اپنے دامن میں جمع کرلیا تھا، اور وہ جملہ علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، ان کا خاص میدان علم حدیث تھا، انہوں نے پوری عمر اپنے حافظے پر اعتماد کیا، قلم وقرطاس کے رہین منت نہ بنے۔

زیاد بن ایوب کہتے ہیں:

مارایت لابن علیة کتابا قط (تذکرہ ج۱ص۳۹۶)

میں نے کبھی ابن علیہ کے پاس کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

یونس بن بکیر کہتے ہیں:

ابن علیة سید المحدثین (تہذیب التہذیب ج۱ص۲۴۱)

ابن علیہ محدثین کے سردار ہیں۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں:

الیہ المنتھیٰ فی التثبت بالبصرة فاتنی مالك فاخلف اللہ علی سفیان وفاتنی حماد بن زید فاخلف اللہ علی اسماعیل بن علیة ۔ (ایضا)

ابن علیہ بصرہ میں تثبت میں ممتاز تھے، مالک نے وفات پائی، تو اللہ نے میرے لیے سفیان کو ان کا جانشین بنایا اور حماد بن زید نے وفات پائی، تو اللہ نے ابن علیہ کو میرے لیے ان کا قائم مقام بنایا۔

امام شافعی نے اس خرمن علم وفن سے بھی خوشہ چینی کی تھی۔

ابن علیہ کی وفات ذوقعدہ ۱۹۳ھ میں ہوئی۔

(۴) امام عبداللہ بن نافع صائغ

ابو محمد عبداللہ بن نافع مدینہ منورہ کے باشندے تھے، بنی مخزوم سے نسبت ولا کی بنا پر مخزومی مشہور ہوئے۔

علم و فضل میں آپ کا شمار کبار اتباع تابعین میں ہوتا ہے، امام مالک کے تلمیذ رشید تھے، زمانہ دراز تک امام صاحب کے دامن فیض سے وابستہ رہنے کی وجہ سے ان کے فقہی افکار و خیالات کے مخزن بن گئے تھے، چنانچہ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

كان قد لزم مالكا لزوما شديدا و كان لا يقدم عليه احدا۔

انہوں نے امام مالک کا ساتھ شدت کے ساتھ پکڑا، حتیٰ کہ ان کو کسی پر فوقیت نہ دیتے تھے۔

• آپ امام مالک کی طرح حدیث وفقہ کے جامع بن گئے تھے، اگرچہ آپ کا فقہی پہلو زیادہ نمایاں ہوا، تاہم وہ حدیث میں بھی بڑی شان کے مالک تھے۔

امام شافعی نے آپ کی بارگاہ سے بھی کسب فیض کیا تھا۔

ماہ رمضان ۲۰۶ھ میں بمقام مدینہ وفات پائی۔

نوٹ:۔ امام شافعی کے اہم ترین شیوخ امام مالک، امام محمد بن حسن شیبانی اور امام وکیع بن الجراح کے تذکرے گذشتہ صفحات میں آ چکے ہیں۔

جامعیت فضل وکمال

امام شافعی کو قدرت نے ذہن رسا، حفظ قوی، فہم وفراست، باریک بینی اور ژرف نگاہی کی دولت سے سرفراز کیا تھا، انہوں نے اسی خداداد استعداد علم کے ساتھ تحصیل علم کے میدان میں قدم رکھا، نامساعد حالات اور صبر آزما مشکلات میں بھی علوم وفنون کی تحصیل سے کبھی غافل نہ رہے، ساتھ ہی ساتھ مکہ، مدینہ، یمن اور عراق کے شیوخ واساتذہ کی بارگاہوں سے کسب فیض کا موقع میسر آتا رہا اور سفر علم کی تکمیل بغداد میں امام محمد بن حسن شیبانی کی صحبت میں ہوئی، امام شافعی تعبیر رویا، قیافہ شناسی، ایام عرب، اشعار عرب، نحو، عربیت، تیراندازی، شہ سواری، شاعری، فصاحت وبلاغت، قرآن وحدیث، فقہ واجتہاد اور انساب میں کمال رکھتے تھے۔ آثار صحابہ، اختلاف اقاویل علما نیز تمام علوم وفنون کے جامع تھے، ایک مجتہد مطلق کے لیے جو علمی خصوصیات اور تبحر ناگزیر ہے، ان سے وہ مالا مال تھے۔

جوانی ہی میں ان کی عالمانہ عظمت مشہور ہو چکی تھی اور علمائے فن آپ کی حذاقت علم، قوت فیصلہ کے معترف ہو گئے تھے، چنانچہ مسلم بن خالد زنجی نے اٹھارہ انیس سال کی عمر میں فتویٰ دینے کی اجازت دے دی تھی، امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا، کہ شافعی صاحب فہم وفراست جوان ہے، اشعار وعربیت کے مشہور عالم اصمعی کا بیان ہے، کہ میں نے بدوی شعرا کے اشعار کی تصحیح قریش کے جوان سے کی ہے، جس کو محمد بن ادریس کہتے ہیں، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں، کہ شافعی اپنے زمانے کے جوانوں میں سب سے افضل ہیں اور جب ان کے یہاں تفسیر اور رویا کی کوئی بات آتی تھی، تو کہتے تھے، کہ اس جوان یعنی شافعی سے معلوم کرو۔

كتب عبدالرحمن بن مهدى الى الشافعى وهو شاب ان يضع
لـه كتابا فيه معانى القرآن ويجمع الاخبار فيه حجة الاجماع
وبيان الناسخ والمنسوخ من القرآن والسنة فوضع له كتاب
الرسالة ۔(تاریخ ذہبی ج۲ص۳۶۱)

عبدالرحمٰن بن مہدی نے امام شافعی کو ان کی جوانی میں لکھا، کہ آپ
میرے لیے ایک کتاب لکھیں، جس میں اجماع کی حجیت اور قرآن
وحدیث کے ناسخ ومنسوخ کا بیان ہو، تو امام شافعی نے اپنی مشہور کتاب
''الرسالہ'' تصنیف کی۔

بشر مریسی نے حج سے واپسی کے بعد کہا:

رايت شابا من قريش بمكة مااخاف على مذهبنا الا منه
يعنى الشافعى ۔ (تاریخ ذہبی ج۲ص۳۶۱)

میں نے مکہ میں ایک قریشی نوجوان کو دیکھا ہے، میں اپنے مذہب پر ان سے ڈرتا ہوں یعنی امام شافعی۔

ملت بیضا کے اکابر علما ومشائخ، فقہا ومحدثین نے آپ کے تبحر علمی کا اعتراف اس طرح کیا ہے۔

☆زعفرانی:۔''فما كان مثله الا مثل اليهود فى ابن سلام''علم میں امام شافعی کا کوئی مثل نہیں، جس طرح علمائے یہود میں عبداللہ بن سلام کا کوئی مثل نہیں۔

(تہذیب التہذیب ج۹ص۲۵)

☆ابوعبید:۔''مارايت رجلا اعقل من الشافعى''میں نے امام شافعی سے بڑا عقلمند شخص نہیں دیکھا۔(ایضا)

☆قتیبہ:۔''الشافعى امام''شافعی امام ہیں۔(ایضا)

☆ابوثور:۔''من زعم انه راى مثل محمد بن ادريس فى علمه

وفصاحته وثباته وتمکنه ومعرفته فقد کذب' 'جوخیال کرتا ہے، کہ اس نے علم، فصاحت، ثبات، تمکن اور معرفت میں امام محمد بن ادریس شافعی کا مثل دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔(ایضاص ۲۶)

☆احمد بن سیار مروزی:۔''لولا الشافعی لدرس الاسلام' 'اگر شافعی نہ ہوتے تو اسلام مٹ جاتا۔(ایضاص ۲۷)

☆ابو حاتم:۔ ''فقیه البدن صدوق' 'فقیہ اور صدوق ہیں۔(ایضا)

☆ایوب بن سوید:۔''ماظننت انی اعیش حتی اری مثله' 'میں نہیں گمان کرتا، کہ اگر میں مزید زندہ رہوں، تو امام شافعی کا مثل دیکھ سکوں گا۔

☆یحییٰ بن سعید قطان:۔''مارایت اعقل ولاافقه من الشافعی وانا ادعو الله له اخصه به وحده فی کل صلوة' 'میں نے امام شافعی سے بڑھ کر عقل منداور فقیہ نہیں دیکھا اور میں ہر نماز میں خاص طور پر ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔(ایضا)

☆قاسم بن سلام:۔ ''مارایت رجلا قط اکمل من الشافعی' 'میں نے کبھی کسی شخص کو امام شافعی سے بڑھ کر کامل العلم نہیں پایا۔(وفیات الاعیان ج ۴ ص ۳۱۲)

☆امام احمد بن حنبل:۔''کان الشافعی کالشمس للدنیا وکالعافیة للبدن مابت منذ ثلاثین سنة الا وانا ادعو للشافعی واستغفرله' 'امام شافعی دنیا کے لیے سورج کے مانند تھے اور وہ ایسے تھے جیسے جسم کے لیے عافیت (صحت) ہوا کرتی ہے، تیس سال گزر گئے، کہ میں ہمیشہ شافعی کے لیے دعا کرتا ہوں اور ان کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔(ایضا)

☆علامہ ابن خلکان:۔''وکان الشافعی کثیر المناقب جم المفاخر منقطع القرین اجتمعت فیه من العلوم بکتاب الله وسنة الرسول صلی الله علیه وسلم وکلام الصحابة وآثارهم واختلاف اقاویل العلماء وغیر ذلك من معرفة کلام العرب واللغة والعربیة والشعر ''امام شافعی کثیر

المناقب اور بہت سارے مفاخر کے جامع منقطع القرین، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، صحابہ کے کلام وآثار اور علما کے مختلف فیہ اقوال اور اس کے علاوہ کلام عرب کی معرفت، لغت، عربیت، شعر جیسے علوم وفنون ان میں جمع ہوگئے۔ (ایضا)

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں، ایک دن میرے استاذ امام احمد بن حنبل نے مجھے مکہ میں فرمایا "تعال حتی اریك رجلا لم تر عیناك مثله فاقامنی علی الشافعی" آؤ میں تم کو ایک ایسا انسان دکھاؤں کہ اس جیسا انسان آج تک تمہاری آنکھوں نے نہیں دیکھا، پھر مجھے امام شافعی کی خدمت میں لے گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱ص ۳۲۹)

☆ یونس بن عبدالاعلی:۔ اگر تمام لوگوں کی عقل شافعی کی عقل میں ضم کردی جائے تو لوگوں کی عقل کا پتہ نہیں چلے گا۔ (ائمہ اربعہ ص ۱۷۱)

☆ ابن عبدالحکم:۔ "ان کان احد من اهل العلم حجة فالشافعی حجة فی کل شئ" اگر کوئی اہل علم حجت ہے تو امام شافعی ہر چیز میں حجت ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج۹ص ۲۷)

☆ یحییٰ بن اکثم:۔ "کان الشافعی رجلا قرشی العقل والفهم والذهن صافی العقل والفهم والدماغ سریع الاصابة ولو کان اکثر سماعا للحدیث لاستغنی امة محمد صلی الله علیه وسلم به عن غیره من الفقها" امام شافعی ایسے انسان تھے، جو فی الحقیقت عقل، فہم، ذہن میں قریشی تھے، روشن عقل وفہم اور دماغ رکھتے تھے تیز دماغ زود فہم تھے، اگر وہ سماع حدیث ہی کی طرف توجہ کرتے، تو امت مسلمہ ان کے علاوہ دوسرے فقہا سے بے نیاز ہو جاتی۔

(تاریخ ذہبی ج۲ص ۳۱۳)

☆ مامون:۔ "قد امتحنت محمد بن ادریس فی کل شئ فوجدته کاملا" میں نے امام محمد بن ادریس کا امتحان لیا، تو ساری چیزوں میں انہیں کامل پایا۔

(ایضا ص ۳۱۴)

☆ابوثور:۔ ''مارایت مثل الشافعی ولارای ھو مثل نفسہ''میں نے امام شافعی کا مثل نہیں دیکھا اور نہ انہوں نے خود اپنا مثل کسی کو دیکھا۔(ایضاص ۳۱۵)

علما ومشائخ کے نزدیک امام شافعی حددرجہ مقدس ومحترم تھے، وہ ان کی ارادت وعظمت میں رطب اللسان ہونے کے ساتھ ساتھ بارگاہ الٰہی میں ان کے حق میں دعائیں بھی کیا کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل علما میں سب سے زیادہ امام شافعی کے معترف تھے، ابوداؤد سلیمان بن اشعث کا قول ہے''مارایت احمد بن حنبل یمیل الی احد میلہ الی الشافعی''میں نے احمد بن حنبل کو سب سے زیادہ امام شافعی سے محبت کرنے والا پایا۔(تاریخ بغداد ج۲ ص ۶۶)

اسی بنا پر اپنی دعاؤں میں احمد بن حنبل امام شافعی کو یاد کیا کرتے تھے، وہ خود فرماتے ہیں''ستۃ ادعو لھم سحرا احدھم الشافعی''میں چھ آدمیوں کے لیے صبح کے وقت دعا کرتا ہوں، ان میں ایک شافعی بھی ہیں۔(ایضا)

امام احمد کے بیٹے عبداللہ نے ان سے پوچھا، اے والد بزرگوار شافعی میں کیا بات ہے؟ کہ آپ اکثر ان کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں تو انہوں جواب دیا''یابنی کان الشافعی کالشمس للدنیا''اے میرے بیٹے! امام شافعی دنیا کے لیے سورج کی طرح ہیں۔(ایضا)

حارث بن سریج بقال کہتے ہیں، میں نے یحییٰ قطان کو کہتے ہوئے سنا''انا ادعو اللہ للشافعی اخصہ بہ''میں خصوصیت کے ساتھ امام شافعی کے لیے دعا کرتا ہوں۔ (تاریخ ذہبی ج۲، ص۳۱۴)

ابوبکر بن خلاد کہتے ہیں''انا ادعو اللہ فی دبر صلوتی للشافعی''میں ہر نماز کے بعد امام شافعی کے لیے دعا کرتا ہوں۔(ایضا)

حلقہ درس اور اشاعت علم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللھم اھد قریشا فان عالمھا یملأ طباق الارض علما" خدایا تو قریش کو ہدایت دے، کیوں کہ ان کا ایک عالم روئے زمین کو علم سے بھر دے گا۔

علامہ ابونعیم عبدالملک بن محمد نے اس حدیث کا مصداق امام شافعی کو قرار دیتے ہوئے لکھا ہے، کہ اس حدیث میں قریش کے جس عالم کی پیشین گوئی کی گئی ہے، اس کا مصداق امام عبداللہ شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ملخصا تہذیب التہذیب ج۹ ص۲۴)

بلا ریب عہد شافعی سے لے کر آج تک ان کا علمی فیضان جاری ہے اور ان کے مکتب فقہ وحدیث کے تعلیم یافتہ اصحاب نے ان کے علم وفضل کی میراث کو دنیا والوں پر تقسیم کیا اور آج تک یہ فیضان جاری ہے اور ان کے اس خواب کی سچی تعبیر ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں، میں نے ایک شب خواب میں حضرت علی کو دیکھا انہوں نے مجھے سلام کر کے مصافحہ کیا اور اپنی انگوٹھی اتار کر مجھے پہنادی، میں نے اس خواب کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا، تو انہوں نے کہا، حضرت علی کا مصافحہ عذاب سے امان ہے اور انگشتری کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا میں جہاں تک حضرت علی کا نام پہنچا ہے تمہارا نام بھی وہاں تک پہنچے گا۔ (ایضا)

امام شافعی نے جملہ علوم وفنون متداولہ میں کمال پیدا کرنے کے بعد علمائے سلف کی روایت کے مطابق حلقہ درس قائم کیا اور اپنے چشمہ علم سے دنیا کو خوب خوب سیراب کیا، ان کی مجلس درس سب سے پہلے بغداد میں قائم ہوئی، پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے

اور وہاں سے عمر کے آخری سالوں میں مصر چلے گئے، ان تینوں مقامات میں ان کے علمی کمال کا شہرہ ہوا اور حلقہ درس میں شریک ہونے والوں کی تعداد ایک ایک وقت میں سات سات سو ہوا کرتی تھی، عام طالب علموں کے علاوہ علما وشیوخ کی بھی خاصی تعداد مجلس درس میں حاضر رہتی تھی، حسن بن محمد زعفرانی کہتے ہیں، کہ قیام بغداد کے زمانے میں امام شافعی کی مجلس میں ادبا اور کتاب حاضر ہوکر ان سے فصاحت وبلاغت اور حسن بیان سنتے تھے، میں کیا کسی نے ان کے دور میں ان جیسا عالم نہیں دیکھا۔

ابوالفضل زجاج کہتے ہیں، کہ جس وقت امام شافعی بغداد میں تشریف لائے وہاں کی جامع مسجد میں چالیس، پچاس علمی اور درسی حلقے جاری تھے اور امام صاحب ایک ایک حلقہ میں بیٹھ کر حاضرین سے کہتے تھے قال اللہ وقال الرسول اور وہ لوگ قال اصحابنا کہتے تھے نتیجہ یہ ہوا، کہ کچھ دنوں کے بعد مسجد میں ان کے حلقہ کے علاوہ کوئی حلقہ باقی نہیں رہ گیا، خود امام صاحب کہتے ہیں، کہ میں بغداد میں ناصر الحدیث کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۸۶)

آپ کی مجلس درس کا نظام الاوقات یہ تھا، صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک فقہ کا درس دیتے، پھر حدیث کا درس شروع ہوتا، اس کے بعد مجلس وعظ ہوتی، پھر مذاکرات علمی ہوا کرتے ظہر کے بعد ادب، شعروشاعری، عروض، نحو، لغت کا درس ہوتا رہتا، پھر عصر تک گھر پر آرام فرماتے، عصر سے لے کر مغرب تک ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔

امام احمد حلقہ درس میں

امام شافعی ۱۸۴ھ کے بعد ۱۹۵ھ میں بغداد تشریف لائے اور دوسال قیام رہا، اسی دوران بغداد میں حلقہ درس قائم ہوا اور امام احمد بن حنبل ان کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، وہ امام شافعی کی بارگاہ میں بڑے ادب واحترام کے ساتھ حاضر ہوتے اور تعلیم حاصل کرتے، ایک مرتبہ یحییٰ بن معین نے امام احمد کے صاحبزادے صالح سے کہا، کہ

آپ کے والد کو شرم نہیں آتی ہے، میں نے ان کو شافعی کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے، کہ شافعی سواری پر چل رہے ہیں اور آپ کے والد رکاب تھامے ہوئے پیدل چل رہے ہیں، صالح نے یحییٰ بن معین کی یہ بات اپنے والد امام احمد سے بیان کی، تو انہوں نے کہا، کہ ان سے کہہ دو، کہ اگر آپ فقیہ بننا چاہتے ہیں، تو شافعی کی سواری کی دوسری رکاب تھام لیں۔ (ترتیب المدارک ج ا ص ۳۸۷)

دوسری روایت میں صالح کا بیان ہے، کہ میرے والد صاحب کو امام شافعی کی سواری کے ساتھ جاتے ہوئے یحییٰ بن معین نے دیکھا، تو ان کے پاس کہلا بھیجا، کہ ابوعبداللہ! آپ شافعی کی سواری کے ساتھ چلنے کو پسند کرتے ہیں؟ والد نے اس کے جواب میں کہا، کہ ابوزکریا! اگر آپ سواری کی بائیں جانب چلتے تو زیادہ فائدے میں رہتے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶۶)

حسن بن محمد زعفرانی کہتے ہیں، کہ امام صاحب بغداد آئے، تو ہم چھ طلبہ ان کے درس میں آنے جانے لگے، احمد بن حنبل، ابوثور، حارث بقال، ابوعبدالرحمٰن شافعی، میں اور ایک اور طالب علم اور ہم جو کتاب بھی امام شافعی کے یہاں پڑھتے تھے، احمد بن حنبل حاضر رہتے تھے۔ (ایضاً ص ۶۸)

امام شافعی نے جس ایثار و اخلاص اور انہماک کے ساتھ علم طلب کیا تھا، اسی نہج پر اس دولت لازوال کو اپنے شاگردوں کے سینوں میں منتقل کر دینے کا جذبہ رکھتے تھے، چنانچہ اپنے ایک شاگرد ربیع سلیمانی مرادی کے حق میں فرمایا "یا ربیع لو امکننی ان اطعمك العلم لاطعمتك" اے ربیع! اگر میرے بس میں ہوتا، کہ میں تم کو علم کھلا دوں تو ضرور کھلا دیتا۔ (ابن خلکان ج ا ص ۲۰۲)

تدریس و تعلیم میں معلم کے لیے طلبہ کی نفسیات، افتاد طبع کا درک بڑی اہمیت رکھتا ہے، امام شافعی اپنے شاگردوں کی نفسیات، قبول علم کی صلاحیت اور ان کی طبیعت و مزاج کے رمز شناس تھے، چنانچہ انہوں نے کبھی کبھی اس بات کا اظہار بھی کیا، بغداد سے

جاتے ہوئے امام احمد بن حنبل کے بارے میں فرمایا، کہ ان جیسا پاکباز متقی، فقیہ اور عالم کسی کو نہ چھوڑا۔

اپنے تلمیذ خاص مزنی کے بارے میں کہا کہ "المزنی ناصر مذهبی" اور دوسرے شاگرد ربیع مرادی کے بارے میں فرمایا "الربیع روایتی"

ایک مرتبہ کہا، کہ تین علما زمانہ کے عجائب میں سے ہیں، ایک عربی شخص جو ایک کلمہ بھی ٹھیک طریقہ سے ادا نہیں کرتا، یہ ابوثور ہے، دوسرا عجمی شخص ہے، جو ایک کلمہ میں بھی غلطی نہیں کرتا ہے، یہ حسن زعفرانی ہے اور تیسرا چھوٹا شخص، جب وہ کوئی بات کہتا ہے، تو بڑے علما اس کی تصدیق کرتے ہیں، یہ احمد بن حنبل ہیں۔

ایک مرتبہ کہا، کہ میں نے دو آدمیوں سے زیادہ کسی کو عقل مند نہیں دیکھا، احمد بن حنبل اور سلیمان بن داؤد ہاشمی۔ (مناقب الامام احمد بن حنبل، ابن جوزی ص ۱۰۸)

بغداد کے حلقہ درس میں امام صاحب کی کتابیں حسن زعفرانی پڑھا کرتے تھے اور طلبہ ان کو لکھتے تھے، امام شافعی حدیث وفقہ میں تبحر کے باوجود احمد بن حنبل اور عبدالرحمٰن بن مہدی سے کہتے تھے، تم لوگ مجھ سے زیادہ حدیث کا علم رکھتے ہو، صحیح حدیث ہو تو مجھے بتانا میں اس کو اختیار کروں گا۔ (ترتیب المدارک ج ۱ ص ۳۹۰)

ربیع مرادی کا بیان ہے، کہ امام صاحب کے انتقال کے وقت میں حاضر تھا، ان کے پاس بویطی مزنی اور ابن عبدالحکم بھی موجود تھے، امام صاحب نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا:

اما انت یا ابا یعقوب فستموت فی حدیدك واما انت یا محمد فترجع الی مذهب ابیك واما انت یا ربیع فانت انفعهم لی فی نشر الکتب واما انت یا مزنی فسیکون لك بمصر هنات وهنات ولتدرکن زمانا تکون ذلك اقیس ذلك الزمان قال الربیع فکان کما قال۔

اے ابو یعقوب (بویطی) تم لوہے کی زنجیر اور بیڑی میں انتقال کرو گے
اور اے مزنی تمہارے لیے مصر میں چہ میگوئیاں ہوں گی، مگر آگے چل
کر تم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقہی قیاس کرنے والے ہو گے،
اور تم اے محمد! (ابن عبدالحکم) امام مالک کے مذہب کو اختیار کر لو گے
اور مجھ سے کہا، کہ اے ربیع! تم میری کتابوں کی نشر و اشاعت میں
میرے حق میں مفید و نافع ہو گے، اے ابو یعقوب! اٹھو اور میرا حلقہ
درس سنبھالو، ربیع مرادی کہتے ہیں، کہ امام صاحب کی وفات کے بعد
ہم میں سے ہر ایک وہی ہوا جو امام صاحب نے کہا تھا (جیسے وہ باریک
پردے کے پیچھے غیب کو دیکھ رہے تھے)۔ (ابن خلکان ج ۱ ص ۲۰۳)

امام شافعی کا ملت اسلامیہ پر اتنا بڑا احسان ہے، جس کے شکریے سے عہدہ برآ ہونا از بس دشوار ہے، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "ما احد مس محبرۃ و لاقلما الا وللشافعی فی عنقه منة "جس کا دوات قلم سے تعلق ہے، اس کی گردن پر امام شافعی کا احسان ہے۔ (تاریخ ذہبی ج ۲ ص ۳۱۵)

ابو اسماعیل ترمذی کا بیان ہے، میں نے اسحاق بن راہویہ کو کہتے ہوئے سنا:

کنا بمكة والشافعي بها واحمد بن حنبل بها فقال لي
احمد ابن حنبل يا ابا يعقوب جالس هذاالرجل يعني
الشافعي قلت ما اصنع به وسنه قريب من سننا اترك ابن
عيينة والمقبري فقال ويحك ان ذاك يفوت وذا لايفوت
فجالسته ۔ (آداب الشافعی ومناقبہ ج ۱ ص ۴۳)

ہم مکہ میں تھے شافعی و احمد بن حنبل بھی وہیں تھے، تو مجھ سے احمد بن
حنبل نے کہا، اے ابو یعقوب! اس شخص یعنی شافعی کی مجلس میں بیٹھو،
میں نے کہا، میں ان سے کیا حاصل کر سکتا ہوں، جب کہ وہ میرے

ہم عمر ہی ہیں، کیا میں ابن عیینہ اور مقبری کو چھوڑ دوں، تو کہا، تم پر افسوس ہے، ان کی تلافی ہو سکتی ہے، مگر اس کی تلافی نہیں ہو سکتی، تو میں شافعی کے حلقہ درس میں بیٹھ گیا۔

۱۹۷ھ میں بغداد سے مکہ تشریف لے گئے اور وہاں حرم کعبہ میں مجلس درس قائم کی، اس مجلس درس کے اہم شاگردوں میں سلیمان بن داؤد ہاشمی اور ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی اور موسیٰ بن ابو جارود مکی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

قیام مصر

۱۹۸ھ میں بغداد آئے اور چند ماہ قیام کے بعد ۱۹۹ھ میں مصر تشریف لے گئے،
جب امام شافعی نے سفر مصر کا ارادہ کیا تو یہ اشعار کہے۔

لقد اصبحت نفسی تتوق الی مصر
ومن دونها قطع المهامة والقفر
فواللہ مادری اللفوز والغنی
اساق الیها ام اساق الی القبر

میرا دل مصر جانے کا مشتاق ہے، حالاں کہ اس سفر میں بڑی دشوار گزار
وادیاں اور چٹیل میدان حائل ہیں۔
خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میں وہاں اطمینان واستغنا کے لیے
جارہا ہوں یا قبر میں جانے کے لیے۔

امام شافعی مشکلات سفر برداشت کرتے ہوئے مصر پہنچے وہاں انہوں نے حلقہ درس قائم کیا، علما اور طالبان علم کا مرجع ومرکز بنے، فوز وکامرانی نصیب ہوئی، دولت واستغنا سے مالا مال ہوئے، خوش حال زندگی کے ایام دیکھے اور یہیں ۲۰۴ھ میں وفات پائی، مسجد عمرو بن عاص کے گوشے میں سپرد خاک کیے گئے، اس طرح امام صاحب کی دونوں باتیں پوری ہوئیں، وہاں مستغنی ہوئے اور فوت بھی ہوئے۔

مصر میں عبداللہ بن عبدالحکم سے تعلقات

امام شافعی جب مصر تشریف لائے اور وہیں مستقلاً رحل اقامت ڈال دیا، تو اس

غریب الوطنی میں جو شخصیت آپ کی مالی امداد اور آپ کی علمی حوصلہ افزائی میں پیش پیش رہی، وہ مصر کے مشہور عالم مالکی فقیہ عبداللہ بن عبدالحکم ہیں، جو امام شافعی کی علمی وفقہی عبقریت سے بہت متاثر تھے اور ان کے اعزاز واحترام کو ہر حال میں برقرار رکھنے کی کوشش کرتے، سعید بن عبداللہ بن عبدالحکم مصری کا بیان ہے، جس وقت امام شافعی ہمارے یہاں مصر میں آئے، سخت قلت اور افلاس میں تھے، میرے بھائی محمد نے بعض مالداروں سے پانچ سو دینار وصول کیے اور والد صاحب نے پانچ سو دینار دیے، امام صاحب کو ابن عبدالحکم سے مصر میں خاص تعلق تھا، حتی کہ انہیں کے وہاں وفات پائی، روزانہ صبح کو ان کے یہاں تشریف لے جاتے، اگر وہ نہ ہوتے تو دریافت کر کے ان کے پاس جاتے تھے، امام شافعی روزانہ ان کے یہاں سے مالک کی کتابوں کے دو جز لے جاتے تھے اور دوسرے دن ان کو واپس کر کے دوسرے جز لے جاتے تھے۔

ابن عبدالبر کا بیان ہے، کہ عبداللہ بن عبدالحکم اور ان کے دونوں لڑکوں نے امام شافعی سے حدیث کی روایت کی اور ان کی کتابیں لکھیں اور اپنے لڑکے محمد کو امام صاحب کے حوالے کر دیا۔

محمد بن عبداللہ کا بیان ہے، کہ میں جن دنوں امام صاحب کے یہاں زیادہ آنے جانے لگا، مالکی مسلک کے علما ہمارے والد صاحب کے پاس جمع ہوئے اور کہا، کہ ابو محمد آپ کے صاحبزادے شافعی کے یہاں آتے جاتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں، کہ یہ بات مالکی مسلک سے بیزاری کی وجہ سے ہے، ان لوگوں کی بات سن کر والد صاحب نے ان کو نرمی سے سمجھایا، کہ یہ لڑکا ابھی نوجوان ہے، اس کو علما کے مختلف اقوال معلوم کرنے اور ان میں غور وفکر کرنے کا شوق ہے اور تنہائی میں مجھ سے کہتے تھے، کہ تم ان کے یہاں جاتے رہو، اگر اس شہر سے نکل کر باہر جاؤ گے اور کسی مسئلہ میں امام مالک کا قول اشہب کی روایت سے بیان کرو گے تو تم سے پوچھا جائے گا اشہب کون ہے؟ اس کے بعد میں نے امام

شافعی کی معیت وصحبت اپنے اوپر لازم کرلی والد کی بات میرے دل میں رہی اور جب میں مصر سے عراق گیا، تو وہاں کے قاضی نے اپنے ہم نشینوں کے سامنے ایک مسئلہ میں بات کی، میں نے اثنائے گفتگو قال اشھب عن مالک کہا، قاضی نے پوچھا اشھب کون ہے؟ یہ کہہ کر حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہوا اور ان میں سے ایک شخص نے کہا، اس کو اشھب اور ابلق کا علم نہیں ہے۔

امام صاحب بھی اپنے اس شاگرد رشید کے ساتھ بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے، مزنی کا بیان ہے، کہ ہم لوگ امام شافعی سے حدیث کے سماع کے لیے جاتے تو پہلے ان کے دروازے پر بیٹھتے تھے پھر اندر آنے کی اجازت ملتی تھی اور محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم آتے تو بالا خانہ پر چلے جاتے اور دیر تک امام صاحب کے پاس رہتے، بعض اوقات ان کے ساتھ کھانا کھاتے، اس کے بعد امام صاحب نیچے آکر ہم لوگوں کو درس دیتے تھے، فراغت کے بعد محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم اپنی سواری پر جانے لگتے تو امام صاحب دیر تک ان کو دیکھتے رہے اور تمنا کرتے کہ میرا بھی ایسا ہی کوئی لڑکا ہوتا۔

(ابن خلکان ج ۲ ص ۳۰)

امام صاحب ان کے مکان پر جایا کرتے تھے ان کے بھائی سعید بن عبداللہ کا بیان ہے، کہ بسا اوقات امام صاحب سواری پر ہمارے یہاں آتے اور مجھ سے کہتے، کہ محمد کو بلاؤ میں ان کو لے کر آتا تو ان کے ساتھ جاتے اور دیر تک رہتے اور وہیں قیلولہ کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۰۰)

امام شافعی نے مصر ہی میں بغداد کے مدونہ فقہ (جسے کتاب قدیم یا قول قدیم کہتے ہیں) پر نظر ثانی کی اور اس میں ترمیم وتنسیخ کے بعد کتاب جدید مدون فرمائی جسے قول جدید سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

تلامذہ

ابن حجر عسقلانی آپ کے تلامذہ کی تعداد ۶۰۰ بتاتے ہیں، ربیع بن سلیمان فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آپ کے دروازے پر سات سو سواریاں دیکھی ہیں، ان پر لوگ دور دور سے حدیث وفقہ سیکھنے آیا کرتے تھے، آپ کے شاگردوں کی تعداد متعین نہیں۔ یہاں کچھ اہم تلامذہ کے نام درج کیے جاتے ہیں:

بغداد کے حلقہ درس کے چار اہم تلامذہ:۔ زعفرانی، ابوثور، احمد بن حنبل اور کرابیسی۔

مصر کے فیض یافتہ شاگردوں میں چھ نام اہم ہیں، جنھوں نے فقہ شافعی کی نشرواشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، مزنی، ربیع جیزی، ربیع مرادی، بویطی، حرملہ، یونس بن عبدالاعلی۔

ان اہم شاگردوں کے علاوہ کچھ اور قابل ذکر تلامذہ کے اسما یہ ہیں:

سلیمان بن داؤد ہاشمی، ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی مکی، ابراہیم بن منذر حزامی، ابراہیم بن خالد، ابوطاہر بن سراج، عمرو بن سواد عامری، ابوالولید موسی بن ابی الجارود مکی، ابویحیٰ محمد بن سعید بن غالب عطار، ابوعبید، احمد بن سنان واسطی، محمد بن عبداللہ بن عبد الحکم، ہارون ایلی۔ (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۲۳)

علم وفضل

قرآن اورفہم قرآن

امام شافعی عربی زبان وادب، لغت، شاعری اوراسالیب نثر کے رمزشناس تھے، انہوں نے لفظ ومعنی، احکام وقصص، عبر ونصائح ہر پہلو اور ہر زاویے سے قرآن حکیم کا مطالعہ فرمایا تھا، اعجاز بیان، قرآنی احکام اور تعلیمات کے اسرار ورموز کو سمجھنے کی بلیغ کوشش کی تھی، انہوں نے بحیثیت مجتہد وفقیہ قرآن کی آیات احکام کو خوب سمجھا تھا، وہ تفسیر قرآن اور تاویل قرآن کے نہج سے آشنا تھے۔

فہم قرآن اور اس کے ضوابط سے متعلق آپ کی مشہور کتاب "احکام القرآن" ہے، احکام القرآن میں ہے: قرآن مجید میں جن احکام کی پابندی مسلمانوں پر لازم کی گئی ہے، ان کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) عقائد جس میں توحید، رسالت، کتب سابقہ انبیا علیہم السلام حشر ونشر وقرآن پر ایمان لانا فرض ہے۔

(۲) عبادات جن کا ادا کرنا بھی فرض ہے، ان کی حیثیتیں یہ ہیں، ایک وہ معاملہ ہے، جو خدا اور بندے کے درمیان ہے، جیسے نماز روزہ زکاۃ مالی اور تمدنی عبادت ہے، حج بدنی اور تمدنی ہے، یہ چاروں ایمان کے بعد بنیاد اسلام ہیں اور یہ ایمان میں داخل ہیں۔

بندوں کے باہمی معاملات ان کی دو حیثیتیں ہیں ایک قوانین تحفظ، دعوت اسلام وجہاد دوسرے قوانین معاشرت جیسے نکاح، طلاق اور وراثت کے احکام۔

(۳) قوانین معاملات باہمی یعنی بیع اجارہ وغیرہ۔

(۴) قوانین تعزیری یعنی حدود و قصاص

قرآن مجید کے احکام کو کس طرح سمجھنا چاہیے، آپ اکثر اس جملہ کا اعادہ فرماتے رہتے تھے، کہ مجھے اس شخص پر حیرت ہے، جو لغت عرب، ایام عرب سے ناواقف ہونے کے باوجود قرآن مجید کی تفسیر کرنے کی جرأت کرتا ہے، کوئی شخص قرآن مجید سے نصیحت حاصل نہیں کرسکتا، بایں طور کہ اس کا نفس قرآنی وعدوں پر مطمئن ہو جائے، وعید سے لرز جائے، وحدانیت اور رسالت کے حقائق سے صحیح آشنا ہو سکے، تا آنکہ وہ اس کے معانی کو سمجھنے کی اہمیت پیدا نہیں کر لیتا۔ اس کے طریقہ ہائے بیان کی حلاوت محسوس نہیں کر لیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر اور ان وقائع پر جن کے لحاظ و مناسبت سے نزول قرآن ہوا ہے باخبر نہیں ہو جاتا۔

ظلم سے کیا مراد ہے؟

لغات اور کلام عرب اور ان باتوں پر عبور ہو جانے کے بعد سب سے بالا تر موہبت باری تعالیٰ ہے، جس کا نام نور بصیرت ہے، فرماتے ہیں قرآن مجید کی اس آیت کو سمجھنا چاہیے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۔ (الانعام:۶/۸۲)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا، انہیں کے لیے امن ہے اور وہی سیدھے راستے پر ہیں۔

یہاں پر اگر ظلم کے لغوی معنی لیے جائیں، تو الا ماشاء اللہ کوئی نہیں بچ سکتا۔

صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ہے، جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو، آپ نے فرمایا یہاں "ظلم" سے مراد شرک ہے، اس حدیث نے لغت میں یہ اضافہ کیا کہ ظلم کے معنی وضع الشئ فی غیر محلہ یعنی کسی شے کا

استعمال بے محل کرنا ظلم ہے، اس لیے اس کا مقصد یہ ہے، کہ ایمان بجائے خود وہ قوت ہے جس میں بجز توحید کے اور کچھ نہ ہو اور شرک کا اختلاط وضع الشئی فی غیر محلہ کا صحیح مصداق ہوا۔

قرآن کی تفسیر میں امام شافعی کا درجہ

امام یونس بن عبدالاعلی فرماتے ہیں، امام شافعی اس خوبی سے قرآن مجید کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے، گویا آپ نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں، کہ قرآن کریم میں کوئی کلمہ نہیں، جس کا مطلب محاورہ عرب کے لحاظ سے میں نہ جانتا ہوں، فہم قرآن کی ایک مثال آخرت میں رویت باری تعالیٰ کی نسبت صحابہ کرام کا اتفاق ہے، آیت "کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون" بے شک کافر اپنے رب سے اس دن محجوب رہیں گے۔

امام شافعی فرماتے ہیں، کہ ناراضگی کی بنا پر ایک قوم کا محجوب ہونا دلالت کرتا ہے، کہ رضا مندی کی وجہ سے دوسری قوم اس کو دیکھے گی، اس سے بڑھ کر آپ کا یہ قول ہے، کہ خدا کی قسم! اگر محمد بن ادریس (شافعی) کو اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ میعاد میں اپنے رب کو دیکھے گا، تو دنیا میں اس کی عبادت نہ کرتا، یہ صرف رب العالمین کے کلام کا نمونہ ہے جو آپ نے کہا ورنہ اللہ تعالیٰ بذاتہ مستحق عبادت ہے۔

اہل سنت کا اجماع ہے، کہ عام مومنین کو رویت باری نصیب ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے:

انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر (اتحاف المہرۃ: ۶۴/۴)
تم قریب میں اپنے رب کو دیکھو گے جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

معتزلہ کہتے ہیں، کہ تم قریب میں اپنے پروردگار کی رحمت کو دیکھو گے، معتزلہ کا یہ قول خلاف اجماع ہے۔

امام شافعی تجوید وقرأت کے فن میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے، ان کی قرأت سے قلب وروح وجد میں آجاتے، امام مالک ان سے اکثر وبیشتر قرآن سنا کرتے تھے۔

خود امام شافعی فرماتے ہیں، کہ امام مالک کے سامنے قرأت پڑھنے والا بڑا قابل ہوتا تھا، آپ نے مجھے حکم دیا، کہ تم پڑھا کرو میں کچھ پڑھ کر خاموش ہو جاتا، تو آپ فرماتے، کہ ابھی اور پڑھو میری خوش الحانی آپ کو بے حد پسند تھی، آپ قرآن شریف کو خوش الحانی اور عرب کے تمام لہجوں میں پڑھتے تھے، جب آپ امامت فرماتے تو لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہو جاتیں تو آپ کو رکوع کر دینا پڑتا اور جب آپ کسی مجلس میں قرآن شریف پڑھتے تو لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتیں اور بہت سارے لوگ بے خود ہو کر گر جاتے، امام رازی فرماتے ہیں، آپ کی قرأت کی سند کا سلسلہ چار واسطوں کے بعد سید القرا ابی بن کعب اور ان کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

حدیث

امام شافعی ابتدا ہی سے حدیث کے حفظ وضبط کی طرف مائل تھے، مکہ کے شیوخ حدیث کی بارگاہوں میں حدیث کا سماع کرتے، ایک روایت کے مطابق جب امام مالک کی خدمت میں حاضری اور طلب علم کا شوق پیدا ہوا، تو نو راتوں میں پوری مؤطا حفظ کرلی، امام مالک کی بارگاہ میں مؤطا کی زبانی قرأت کی، اس بے نظیر قوت حفظ وضبط اور بے کراں جذبہ طلب حدیث نے انہیں بہت بڑا حافظ الحدیث بنا دیا تھا، امام مالک، سفیان بن عیینہ اور امام محمد بن حسن شیبانی جیسے اساطین علم سے کسب فیض نے انہیں بحر علم بنادیا تھا، وہ صرف حافظ الحدیث ہی نہیں تھے، بلکہ حدیث کے معانی ومفاہیم، راویوں کے حالات وکوائف اور حدیث کی صحت وسقم کے زبردست عالم تھے، انہوں نے ضبط ونقل روایت کے علاوہ جمع روایات، تنقید احادیث، اصول روایت اور امتیاز مراتب کے قواعد مرتب کیے، خدمت حدیث میں ان کا پایہ بہت بلند ہے، محدثین نے ان کے حفظ وضبط، ثقہ اور حجت ہونے کا اعتراف اس طرح کیا ہے۔

☆امام نسائی:۔"کان الشافعی عندنا احد العلماء ثقة ماموناً" امام شافعی ہمارے نزدیک ثقہ مامون علماء میں سے ایک ہیں۔ (تہذیب ج۹ ص۲۷)

☆ابوداؤد:۔ "لیس للشافعی حدیث اخطأفیه" امام شافعی کے پاس کوئی ایسی حدیث نہیں، جس میں انہوں نے خطا کی ہو۔ (ایضاً)

☆ابوزرعہ رازی:۔"ما عند الشافعی حدیث غلط" امام شافعی کے پاس کوئی ایسی حدیث نہیں، جس میں خطا ہو۔ (ایضاً)

☆حافظ ذہبی:۔ "وکان حافظاً للحدیث بصیراً بعلله لا یقبل منه الا ما ثبت عنده ولو طال عمره لازداد منه" آپ حدیث کے حافظ اور اس کے علل کو خوب جاننے والے تھے، صرف وہی حدیث قبول کرتے جو آپ کے نزدیک درجہ صحت کو پہنچ جاتی تھی، اگر کچھ دن اور زندہ رہتے تو اس فن میں آپ کے کمال میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۳۳۰)

علم حدیث پر امام شافعی کے عظیم احسانات کا اعتراف ائمہ فن نے اس طرح کیا ہے:

☆ابوحاتم رازی:۔"لولا الشافعی لکان اصحاب الحدیث فی عمی" اگر امام شافعی نہ ہوتے تو اصحاب حدیث تاریکی میں رہتے۔
(مرآۃ الجنان ج۲ ص۱۹)

☆زعفرانی:۔ "کان اصحاب الحدیث رقوداً حتی جاء الشافعی فایقظهم فتیقظوا" حدیث والے سوئے ہوئے تھے، امام شافعی آئے انہیں بیدار کیا تو وہ بیدار ہوئے۔ (وفیات الاعیان ج۲ ص۳۱۲)

☆محمد بن حسن:۔"ان تکلم اصحاب الحدیث یوماً بلسان الشافعی" اصحاب حدیث ہمیشہ امام شافعی ہی کی زبان میں کلام کریں گے۔
(توالی التاسیس ص۵۴)

☆امام احمد بن حنبل:۔''ان اللہ یقبض للناس فی کل رأس مائة سنة من یعلمهم السنن وینفی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الکذب فنظرنا فاذا فی رأس المائة عمر ابن عبدالعزیز وفی رأس المائتین الشافعی'' بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو لوگوں کو سنن کی تعلیم دے گا اور رسول اللہ کی طرف منسوب جھوٹ کی نفی کرے گا، میں نے جب اس پر غور کیا تو دیکھا پہلی صدی کے آخر میں عمر بن عبدالعزیز ہوئے اور دوسری صدی کے آخر میں امام شافعی ہوئے۔ (جنہوں نے علم سنت کو عام کیا۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۵)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، ہمیں مجمل، مفصل اور ناسخ و منسوخ اور حدیث کا علم نہیں ہوا جب تک ہم امام شافعی کی مجلس میں نہ بیٹھے۔

ابراہیم ہروی نے کہا، میں نے احمد سے شافعی کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے کہا، ''حدیث صحیح ورای صحیح'' ان کی حدیث صحیح ہے اور ان کی رائے صحیح ہے۔ (تاریخ ذہبی ج ۲، ص ۳۱۵)

☆قتیبہ:۔ ''مات الثوری ومات الورع مات الشافعی فماتت السنن'' سفیان ثوری نے انتقال کیا، تو ورع و تقویٰ ختم ہو گیا، امام شافعی نے وصال کیا تو سنن مٹ گئے۔ (تاریخ ذہبی ج ۲، ص ۳۱۴)

ایک دفعہ امام شافعی حرم شریف میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اطراف لوگوں کا ہجوم تھا آپ فرمار ہے تھے، اے عراق والو! اے شام والو! اگر کسی حدیث کے باری میں کچھ پوچھنا چاہتے ہو تو مجھ سے دریافت کرلو امام احمد کے ساتھ اسحاق بھی تھے، انہوں نے فرمایا، کہ چلو اس نوجوان سے حضور کی ایک حدیث کا مطلب معلوم کریں، امام احمد نے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا ''مکنو االطیور فی او کارھم'' رات کے وقت پرندوں کو اپنے گھونسلوں سے نہ اڑاؤ۔ اس پر امام شافعی نے فرمایا، کہ اہل عرب قبل

اسلام جب رات کے وقت سفر کرتے تو پرندوں سے شگون (فال) لیتے وہ پرندوں کو اڑاتے اگر پرندہ دائیں طرف اڑ جاتا تو اپنا سفر کامیاب سمجھتے اور بائیں طرف اڑتا تو وہ سفر نہ کرتے، لہٰذا حضور نے ارشاد فرمایا، کہ اس کی کوئی حقیقت ہی نہیں، ہر کام اللہ کے بھروسے پر ہونا چاہیے، پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو، یہ سن کر امام اسحاق نے فرمایا، اگر ہمارا سفر عراق سے حجاز تک صرف اس حدیث کی شرح کے لیے ہوتا تو بھی کامیاب ہوتا، بے شک اس نوجوان کا دعویٰ سچا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں، کہ کسی نے امام شافعی سے ایک مسئلہ دریافت کیا، تو آپ نے جواب دے کر دلیل میں ایک حدیث پیش کی تو اس شخص نے آپ سے کہا، کہ کیا آپ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، اس پر آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا، کیا تم نے مجھے کبھی کنیسا سے نکلتے دیکھا یا میرے گلے میں زنار کو دیکھا ''اذا اصح الحدیث فھو مذھبی' جو صحیح حدیث ہو وہی میرا مذہب ہے۔

ابراہیم بن محمد شافعی کا بیان ہے، ہم ابن عیینہ کی مجلس درس میں تھے، وہاں امام شافعی بھی موجود تھے، ابن عیینہ نے یہ حدیث بیان کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مربہ رجل فی بعض اللیل وھو مع امرأتہ صفیۃ فقال تعال ھذہ امرأتی صفیۃ فقال سبحان اللہ یا رسول اللہ قال ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم۔

ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے کوئی شخص گزرا اور سرکار اپنی زوجہ حضرت صفیہ کے ساتھ تھے، حضور نے فرمایا، آؤ، یہ میری بیوی صفیہ ہے، اس نے کہا، سبحان اللہ! یا رسول اللہ! سرکار نے فرمایا، شیطان خون کی طرح انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے۔

ابن عیینہ نے امام شافعی سے کہا، اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ شافعی نے

جواب دیا:

ان كان القوم اتهموا النبی صلی اللہ علیہ وسلم كانوا بتهمتهم اياه كفارا لكن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادب من بعده فقال اذ كنتم هكذا فافعلوا هكذا حتی لا يظن بكم ظن السوء لا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يتهم وهو امين اللہ عز وجل فی ارضه .

اگر لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگائیں، تو تہمت لگانے کی وجہ سے کافر ہو جائیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والی نسلوں کی تعلیم کے لیے فرمایا، جب تم اس حالت میں ہو، تو ایسا کرو تا کہ تمہارے متعلق بدگمانی نہ ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متہم نہیں کیے جاسکتے، کیوں کہ وہ روئے زمین پر اللہ کے امین ہیں۔

یہ سن کر ابن عیینہ نے کہا، ''**جزاك اللہ خيرا يا اباعبداللہ مايجيئنا منك الا كل نحبه**'' شافعی! آپ کو اللہ تعالیٰ بہترین جزا عطا فرمائے میں جو چاہتا تھا آپ نے وہی فرمایا۔ (آداب الشافعی ومناقبہ ص ۶۹، ۷۰)

امام شافعی پوری زندگی حدیث وسنت کا تفحص کرتے رہے اور اس شعبہ علم پر حاوی ہو گئے، ان کی جامعیت اور کمال فی السنۃ کے لیے یہ ایک بات کافی ہے، خود فرماتے ہیں ''**انفقت علی كتب حسن ستين دينارا ثم تدبرتها فوضعت الی جنب كل مسئلة حديثا**'' محمد بن حسن شیبانی کی کتابیں حاصل کرنے کے لیے میں نے ساٹھ دینار خرچ کیا، پھر میں نے ان کتابوں میں مندرج مسائل پر غور وفکر کیا، تو میں نے ہر مسئلے کے پہلو میں ایک حدیث درج کر دی۔

(تاریخ ذہبی ج ۲، ص ۳۱۳)

اسی کمال حدیث کی بنا پر انہیں بغداد میں ''ناصر الحدیث'' کے نام سے یاد کیا گیا۔

امام سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے، کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، کہ میں نے مؤطا امام مالک کو ان کے شاگردوں سے دس بار سنا تھا، جو حفاظ حدیث تھے، لیکن جب امام شافعی سے ملاقات ہوئی تو پھر اس کا اعادہ کیا اور میں نے ان کو سب سے بہتر پایا۔

محدثین اس اسناد کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں ''عن احمد عن شافعی عن مالك عن نافع عن ابن عمر''

فن مناظرہ

امام شافعی محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ خداداد عقل وشعور کی بناپر احقاق حق کے لیے مناظرے کی کامل صلاحیت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے مخالفین سے فقہی امور میں کامیاب بحث ومناظرہ کیا۔ ہارون بن سعید فرماتے ہیں:

لوان الشافعی ناظر علی هذا العمود الذی من حجارة بانه من خشب لغلب لاقتداره علی المناظرة ۔

اگر امام شافعی اس پتھر کے ستون کو لکڑی کا ثابت کرنے کے لیے مناظرہ فرمائیں، تو وہ اپنی قدرت مناظرہ کی بناپر غالب آجائیں گے۔

محمد بن عبدالحکم کا بیان ہے ''لو رایت یناظرك لظننت انه سبع یاكلك'' اگر تم سے امام شافعی مناظرہ کریں تو تم خیال کروگے کہ وہ بھیڑیے کی طرح تم کو کھا جائیں گے۔

ذیل میں امام شافعی کے چند مناظروں کی روداد اجمالاً تحریر کی جاتی ہے۔

تارک صلوۃ کے بارے میں امام احمد اور امام شافعی کے درمیان مناظرہ ہوا، امام شافعی نے فرمایا، اے احمد! کیا تم تارک صلوۃ کو کافر قرار دیتے ہو؟ آپ نے فرمایا، ہاں! امام شافعی نے فرمایا، پھر وہ مسلمان ہونا چاہے تو کیا کرے؟ امام احمد نے جواب دیا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دے، امام شافعی نے فرمایا، کہ وہ تو ''لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللہ'' کا ہمیشہ قائل ہے، امام احمد نے کہا، تو وہ نماز پڑھنے سے مسلمان ہوگا، امام شافعی نے فرمایا ''صلوۃ الکافر لایصح ولایحکم بالاسلام بھا'' کافر کی نماز تو ہوتی ہی نہیں پھر اس کی نماز کے ذریعے اسلام کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ اس کے بعد امام احمد خاموش ہوگئے اور سکوت اختیار فرمایا۔ (سیرت شافعی ص ۱۲۲)

امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں، میں یحییٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل مکہ میں ساتھ ہی گئے اور ساتھ ہی ایک جگہ رہتے تھے، امام احمد کا یہ معمول تھا، کہ وہ اپنا اکثر وقت امام شافعی کی صحبت میں صرف کرتے رہتے اور میں امام احمد کی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا، ایک دن امام احمد نے مجھ سے فرمایا، اے ابو یعقوب! تم امام شافعی کی مجلس میں میرے ساتھ کیوں نہیں چلتے، میں نے کہا، جب یہاں امام شافعی کے شیوخ موجود ہیں، جیسے سفیان بن عیینہ تو پھر ان کو چھوڑ کر ایسے شخص کے پاس جو عمر میں بھی ہم سے کچھ ہی زیادہ ہے، آپ کیوں لے چلتے ہیں؟ امام احمد نے فرمایا، خدا تمہیں نیک توفیق عطا فرمائے، بھائی! شافعی کا علم پھر کہاں سے حاصل ہوگا؟ بالآخر ان کے فرمانے سے میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور دوسرے لوگوں سے مخاطب ہو کر میں نے کہا، مکہ مکرمہ کے مکانوں کا کرایہ وصول کرنا جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ امام شافعی مخاطب ہوئے، میں نے ان پر بھی چند اعتراضات کیے، جب میں خاموش ہوا، تو شافعی نے مجھ سے فرمایا، کیا تم مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں! امام شافعی نے فرمایا، سنو! خدا فرماتا ہے: ''للفقراء الذین اخرجوا من دیارھم'' ان بے کسوں کے لیے جو اپنے گھروں سے نکالے گئے، اس آیت میں خدا نے مکہ کے مہاجرین کو ان کے گھروں کا مالک بیان فرمایا ہے، پس اس آیت سے ثابت ہوتا ہے، کہ مکہ والے اپنے گھروں کے مالک ہیں اور بغیر کرایہ کے کسی کو ان مکانوں میں تصرف کا حق نہیں ہے، مالک کو حق بیع حاصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا ''من اغلق بابه فھو آمن ومن دخل دار ابی سفیان فھو آمن'' جو اپنا دروازہ بند کرلے اس کو امن حاصل ہے اور جو

ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کو امن حاصل ہے، اب غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو ان کے گھروں کا مالک قرار دیا ہے اور سنو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ تشریف لائے، تو کسی شخص نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ! آپ مکہ مکرمہ میں کہاں ٹھہریں گے، آپ نے فرمایا "ہل ترک لنا عقیل دارا "عقیل نے ہمارے لیے گھر کہاں چھوڑے (سب بیچ دیے) امام اسحاق نے جواب دیا، کہ مگر عطاء، حسن، ابراہیم اور مجاہد وغیرہم تابعین نے تو مکہ کے مکانوں کا بلا معاوضہ استعمال مباح قرار دیا۔ امام شافعی نے حاضرین سے پوچھا یہ کون شخص ہے، لوگوں نے کہا، اسحاق بن راہویہ فرمایا تم وہی اسحاق ہو جنہیں خراسان والے فقیہ کہتے ہیں میں نے کہا، جی ہاں! امام شافعی نے فرمایا، کاش تمہارے سوا اور کوئی ہوتا تو میں اس کے کان کھنچواتا، میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ عطا اور طاؤس وغیرھم نے یہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے سامنے ان کے اقوال کی کیا حقیقت ہے، امام اسحاق نے پھر سوچ کر جواب دیا، کہ اچھا ان کے اقوال جانے دیجیے، قرآن کی اس آیت کا مطلب کیا ہے، "سواء العاکف فیه والباد "اس میں مقیم اور مسافر دونوں برابر ہیں، امام شافعی نے فرمایا، بھائی یہ حکم خاص مسجد حرام کے متعلق ہے امام اسحاق یہ سن کر خاموش ہوئے اور پھر آپ کے فضل وکمال وتبحر کے معترف اور آپ کی مجلس میں حاضر ہونے لگے۔

امام شافعی کا فتوی تھا، کہ اگر کوئی مسلم غلام کسی کافر کو امن دے دے تو وہ امن قابل اعتبار ہے، اس پر آپ دو دلیلیں بیان فرمایا کرتے تھے، ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ مسلمانوں کا ذمہ ایک ہی ہے، ان میں کوئی ادنی شخص بھی کسی کو امن دے دے تو تمام مسلمانوں کو اس کی تعمیل کرنی چاہیے، امام شافعی فرماتے ہیں، کہ اگر غلام مسلمان کو ادنی مسلمان ہی سمجھ لیا جائے تو یہ حدیث کافی ہے، دوسرے حضرت عمر کے زمانے میں ایک مسلمان غلام نے کافروں کو امن دے دیا تھا، تو آپ نے اس غلام کے

قول کے مطابق امن کو بحال رکھا اس پر ایک حنفی فقیہ نے آپ پر اعتراض کیا کہ غلام کا خون آزاد کے خون کے برابر نہیں ہوتا، امام شافعی نے فرمایا، تمہاری زبان سے یہ بات اس لیے پسندیدہ نہیں کہ تم غلام کے بدلے آزاد کا قصاص روا رکھتے ہو۔

فن ادب ولغت

امام شافعی نے قبیلہ ہذیل میں رہ کر ادب ولغت، فصاحت وبلاغت اور شعر وسخن میں جو ادراک وتبحر حاصل کیا، وہ ان کی حیات علمی کا درخشاں باب ہے، وہ خود فرماتے ہیں:

اقمت فی بطون العرب عشرین سنة آخذ اشعارها ولغاتها وحفظت القرآن فما علمت انه مربی حرف الا وقد علمت المعنی فیه ماخلا حرفین احدا هما دسّها ۔

(تاریخ ذہبی ج ۲، ص ۳۰۸)

میں عرب کے اندر بیس سال تک رہا، میں عربی اشعار اور لغات کی معرفت حاصل کرتا رہا اور قرآن حکیم (تفسیر ومعانی کے کے ساتھ) یاد کیا، میں نے قرآن کے تمام حروف والفاظ کے معانی جان لیے دو لفظوں کے علاوہ ان میں ایک ''دسّها'' ہے۔

امام شافعی کی ادبیات شناسی اور فنون شعر ولغت میں کمال کا اعتراف وقت کے عظیم ناقدین شعر وادب اور ماہرین لسانیات نے دل کھول کر کیا ہے:

امام ادب ولغت مبرد کہتے ہیں: امام شافعی کا قول لغت میں حجت ودلیل ہے۔

جاحظ کہتے ہیں: میں نے امام شافعی کی تحریر سے بہتر کسی کی تحریر نہیں دیکھی، وہ عبارت کیا لکھتے ہیں موتی پروتے ہیں۔

ابو العباس تغلب فرماتے ہیں: امام شافعی لغت کا خزانہ ہیں اور اس قابل ہیں کہ ان سے لغات کے معانی ومقاصد حاصل کیے جائیں۔

امام لغت ابو منصور ازہری کہتے ہیں: امام شافعی کو اس علم میں کمال کا تبحر حاصل ہے۔ انہوں نے امام شافعی کے محض محاورات کی شرح لکھی ہے اور دیباچہ کتاب میں اعتراف کیا ہے، کہ ان کے مثل ادب و لغت اور جاہلیت کے استعاروں کا جاننے والا کوئی نہ تھا۔

ماہر لغت امام ابو سلیمان حناطی بیان کرتے ہیں: امام صاحب کی زبان شیریں اور تحریر دل آویز ہے اور بے مثل محاورات اس طرح استعمال کرتے ہیں، جن کو ہر شخص استعمال نہیں کر سکتا۔

فخر عربیت و لغت علامہ زمخشری تحریر کرتے ہیں: امام شافعی ممتاز علما میں ہیں، شریعت کے امام اور مجتہدین کے سرتاج ہیں، ان کا کلام اس کا مستحق ہے، کہ اس پر غور کیا جائے، وہ صحت پر مبنی ہوتا ہے، اس میں کبھی کسی غلطی کا امکان ہی نہیں ہو سکتا، وہ کلام عرب کے ماہر اور بڑی وسیع معلومات کے حامل ہیں اتنی اعلیٰ قابلیت کے مالک ہیں جن پر لغت کی تشریح مخفی نہیں رہ سکتی۔

امام رازی فرماتے ہیں، کہ ماہرین لغت متفق ہیں، کہ امام شافعی اس فن میں بھی سرتاج ائمہ لغت ہیں اور یہ اس طرح تواتر سے ثابت ہے، جس طرح حاتم کی سخاوت اور حضرت علی کی شجاعت مسلم ہے اسی طرح امام شافعی علم و ادب لغت اور نحو میں ممتاز ترین فرد ہیں۔

☆ بشر مریسی:۔ ''کان لسانہ ینظم الدر'' ان کی زبان موتی پروتی تھی۔
(مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۹)

☆ ابن ہشام نحوی:۔ ''طالت مجالسنا للشافعی فماسمعت منہ لحنہ قط ولا کلمۃ غیرھا احسن منھا'' (معجم الادباء ج ۶ ص ۳۸۸)

میں بہت دنوں تک امام شافعی کی صحبت میں رہا، میں نے کبھی ان سے زبان کی غلطی نہیں سنی اور نہ کوئی ایسا کلمہ سنا جس سے بہتر دوسرا کلمہ کہا جا سکتا ہو۔

☆ابن ہشام صاحب المغازی:۔ ''کان الشافعی حجة فی اللغة' امام شافعی لغت میں حجت تھے۔

☆ابن ہشام نحوی:۔ ''وکان ممن توخذ عنه اللغة' امام شافعی ان لوگوں میں سے ہیں، جن سے لغت کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔ (تاریخ ذہبی ج۲ص۳۱۶)

☆احمد بن ابی سریج:۔ ''ما رایت احدا افوه ولا انطق من الشافعی' میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو قادرالکلام اور قوت گویائی کا مالک نہیں دیکھا۔ (ایضا)

☆یونس بن عبدالاعلی:۔ ''ما کان الشافعی الا ساحرا ماکنا ندری مایقول اذا قعدنا حوله وکان الفاظه سکر' امام شافعی جادو بیان تھے، جب ہم ان کے گرد بیٹھتے تو ان کی باتوں کو سمجھ نہیں پاتے ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے الفاظ میں نشہ کی کیفیت ہے۔ (ایضا)

شاعری

امام شافعی فطری شاعر تھے، شاعری عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، پھر امام شافعی نے شعروادب کی طرف خصوصی توجہ کی، عرب شعرا کے کلام کا مطالعہ ان کی شاعری کے لیے سرمشق ثابت ہوا، آپ کا کلام تصنع اور تکلف سے پاک ہے، بے ساختگی، برجستگی، سلاست وروانی اثر آفرینی کلام شافعی کی نمایاں خصوصیتیں ہیں آپ کی فصاحت و بلاغت، زبان دانی کے جوہر، پیرایۂ نظم میں خوب نمایاں ہوتے، فقہ وحدیث کے کمال نے آپ کی شاعرانہ عظمت کو لوگوں کی نگاہوں سے تقریباً چھپا دیا۔

امام شافعی فی البدیہہ اشعار کہتے، جو ان کی قادرالکلامی کی دلیل ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ انہوں نے شعرگوئی کے لیے اپنے قیمتی اوقات صرف نہیں کیے، بلکہ ضرورت ہوئی تو ارتجالاً شعر موزوں کیے۔ ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں!

ابوالقاسم بن ازرق فرماتے ہیں، کہ میں آپ کے پاس گیا اور عرض کیا اے

ابوعبداللہ! (امام شافعی کی کنیت) کیا آپ ہمارے ساتھ انصاف کا فیصلہ نہیں فرمائیں گے کہ آپ کے لیے تو یہ فقہ ہے، جس کے فوائد پر آپ فائز ہیں اور ہمارے لیے یہ شاعری ہے، لیکن آپ اس شاعری میں بھی دخل دینے لگے ہیں یا تو آپ (شاعری) ہمارے لیے چھوڑ دیجیے اور میں چند اشعار لایا ہوں، اگر آپ اسی طرح پر اشعار کہہ دیں، تو میں شاعری سے توبہ کرلوں گا (شاعری چھوڑ دوں گا) اگر آپ یہ نہ کرسکیں، تو پھر آپ اس (شاعری) سے رجوع کرلیں، آپ نے فرمایا، اپنے اشعار پڑھو تو میں نے اپنا یہ کلام سنایا۔

ما ھمتی الا مقارعة العدی
خلق الزمان وھمتی لم یخلق
والناس اعینھم الی سلب الغنی
لاینظرون الی الحجیٰ والاولق
لکن من رزق الحجیٰ حرم الغنی
ضدان مفترقان ای تفرق
لوکان بالحیل الغنی لوجدتنی
بنجوم اقطار السماء تعلق

میری ہمت تو صرف دشمنوں سے لڑنے کی ہے، زمانہ پرانا ہوگیا مگر میری ہمت پرانی نہیں ہوئی۔

لوگوں کی آنکھیں دولتمندی کو حاصل کرنے میں لگی ہوئی ہیں، وہ عقلمندی اور بے وقوفی کو نہیں دیکھتے۔

لیکن جس کو عقلمندی نصیب ہوئی وہ دولت مندی سے محروم ہے، یہ دونوں کس قدر الگ الگ ضد ہیں۔

اگر دولت مندی تدبیروں سے حاصل ہوتی تو آپ مجھ کو پاتے، آسمان کے کناروں میں ستاروں سے میرا تعلق ہوتا۔

امام شافعی نے جواب میں فرمایا تم نے بتکلف یہ اشعار کہے تھے، میں فی البدیہہ کہتا ہوں۔

ان الــذی رزق یســار فــلــم ینــل
حــمــدا ولا اجــر الـغـیــر مؤفـق

فــالـجـدیـد فــی کـل امــر شـاسـع
والــجــد یـفـتـح کـل بـاب مـغـلـق

فــاذا ســمـعـت بــان محــرومـا اتی
مــاء لیشــربــه فـغـاض فـصـدق

واحــق خــلــق الله بـــالـهـم امــرء
ذو هــمـة یـبـلـــی بـعـیـــش ضـیـق

ومــن الـدلـیـل عـلـی القضاء وکونه
یـؤس الـلـبـیـب وطیب عیش الاحمق

جس کو خوش حالی ملی اور اس نے توفیق نہیں پائی، خدا کی حمد کی اور ناشکری کی تو یقیناً وہ بدنصیب ہے۔

پس نصیب ہر مشکل کام کو آسان کر دیتا ہے اور نصیب ہر بند دروازے کو کھول دیتا ہے۔

جب تم یہ سنو کہ کوئی بدنصیب پانی کے پاس پینے کے لیے گیا تو پانی نیچے اتر گیا تو اس کی تصدیق کرلو۔

اللہ کی مخلوق میں ہمدردی کا زیادہ مستحق آدمی وہ ہمت والا ہے جو تنگ زندگی میں بھی بہادری دکھاتا ہے۔

اور یہ قضا وقدر کے حق ہونے کی دلیل ہے کہ عقلمند تنگ زندگی گزارتا ہے اور کم عقل راحت کی زندگی گزارتا ہے۔

ابوالقاسم نے کہا اس کے بعد اب میں شعر نہیں کہوں گا

مبرد نے کہا کہ امام شافعی عظیم شاعر، بڑے ادیب فقہ اور قرآن کریم کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

آپ کے اشعار کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم دیوان تیار ہو جائے گا، ذیل میں آپ کے چند اشعار قارئین کے استفادہ کے لیے نقل کیے جا رہے ہیں۔

شهدت بان الله لا بشي غيره
واشهد ان البعث حق واخلص
وان عرى الايمان قول مبين
وفعل زكى قد يزيد وينقص
وان ابا بكر خليفة ربه
وكان ابوحفص على الخير يحرص
واشهد ربي ان عثمان فاضل
وان عليا فضله متخصص
ائمة قوم يهتدى بهداهم
لحا الله من اباهم يتنقص
فما لعتاة يشهدون سفاهة
وما لسفيه لا يحيض ويحرص

میں گواہی دیتا ہوں، کہ اللہ کے سوا کوئی چیز (لائق عبادت) نہیں اور میں صدق دل سے گواہی دیتا ہوں کہ دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے۔

اور بے شک ایمان کا مدار قول مبین ہے (کلمۂ توحید کا اقرار) اور عمل صالح ہے وہ کبھی بڑھتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے۔

اور بے شک سیدنا ابوبکر صدیق اپنے رب کے خلیفہ ہیں اور سیدنا

ابوحفص عمر نیکی پر حریص (اور بہت چاہنے والے) ہیں۔
اور میں اپنے رب کو گواہ بناتا ہوں کہ سیدنا عثمان صاحب فضیلت ہیں
اور یقیناً سیدنا علی مرتضی خصوصی فضیلت کے حامل ہیں۔
یہ قوم کے امام ہیں کہ ان کی ہدایت سے ہدایت ملتی ہے اللہ تعالیٰ لعنت
کرے اس آدمی پر جو ان کا انکار کرتا ہے اور عیب جوئی کرتا ہے۔
پس ان بے ادبوں کو کیا ہو گیا ہے، کہ وہ اپنی بے وقوفی کی گواہی دے
رہے ہیں اور اس بے وقوف کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (اپنی بے راہ روی)
سے ہٹتا نہیں (بلکہ) اور حرص کرتا ہے۔

حضرت امام شافعی حضرت محمد بن حسن شیبانی کی ان کے علم کی بنا پر تعظیم فرماتے تھے، حضرت امام نے آپ سے چند کتابیں عاریتاً طلب کیں، لیکن امام محمد نے اس کی تکمیل نہیں کی تو آپ نے اس موقع پر امام محمد کی تعریف میں درج ذیل اشعار لکھ کر بھیج دیے، تو امام محمد نے آپ کی خواہش سے زائد کتابیں روانہ فرمائیں۔

قل للذی لم تر عینا — من راہ مثلہ
ومن کان من راہ — قد رای من قبلہ
العلم ینھی اھلہ — ان یمنعوہ اھلہ
لعلہ یبذلہ — لاھلہ لعلہ

کہہ دیجیے کہ جو آنکھیں اس کو دیکھتی ہیں وہ اس جیسی کسی شخصیت کو نہیں
دیکھیں اور جس نے اس کو دیکھا ہے گویا وہ اس سے پہلے کے (ائمہ) کو
دیکھا ہے۔ علم علما کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ وہ اہل حضرات (یعنی طلب
کرنے والوں) سے علم کو روک دیں۔ امید ہے کہ وہ اس کے اہل کو عنایت
کریں گے۔

فقیہ ابن عبدالحکم بیمار ہو گئے تھے تو حضرت امام شافعی عیادت کے لیے تشریف

لے گئے اور یہ اشعار ارشاد فرمائے

مرض الحبیب فعدته فمرضت من حذدی علیه
شفی الحبیب فعادنی فشفیت من نظری الیه

محبوب بیمار ہوا تو میں اس کی عیادت کے لیے گیا اور اس پر اندیشہ کر کے خود میں بیمار پڑ گیا۔

محبوب اچھا ہو گیا تو وہ میری عیادت کے لیے آیا اس کو دیکھنے سے مجھے شفا ہو گئی۔

اذا حار امرك فی معنیین ولم تدری حیث الخطا والصواب
فخالف هواك فان الهوی یقود النفوس الی مایعاب

جب تیرا معاملہ دو چیزوں کے درمیان پریشان ہو، غلط اور صحیح کو نہ پہچان سکے۔ تو خواہش نفس کی مخالفت کر کیوں کہ خواہش نفس انسان کو عیب دار چیزوں کی طرف لے جاتی ہے۔

فقہ واجتہاد

امام شافعی فقہ واجتہاد میں کامل درک رکھتے تھے، انہوں نے امام ابن جریج فقیہ مکہ کی کتابیں ان کے تلامذہ سے حاصل کی تھیں، امام دار الہجرت مالک بن انس کی فقہ براہ راست ان سے حاصل کی، اور امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ ان کے شاگرد رشید امام محمد بن حسن شیبانی سے حاصل کی، امام اوزاعی کی فقہ ان کے شاگرد عمر بن ابی سلمہ سے اور لیث بن سعد کی فقہ ان کے شاگرد یحییٰ بن حسان سے حاصل کی۔ اس طرح آپ نے مکہ، مدینہ اور کوفہ کے جلیل القدر فقہا کا علم حاصل کر کے اس علم میں بصیرت پیدا کر لی۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ''کان الفقه قفلا علی اهله حتی فتحه الله بالشافعی'' فقہ فقیہوں کے لیے ایک قفل تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کے ذریعہ کھولا۔ (معجم الادباء ج ۶ ص ۳۸۹)

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں ''الشافعی امام ما احد تکلم بالرای الا والشافعی اکثر هم اتباعا واقلهم خطأ'' امام شافعی امام ہیں، جن لوگوں نے بھی رائے وقیاس سے کام لیا ہے، امام شافعی ان سب سے زیادہ متبع سنت اور خطا کا کم ارتکاب کرنے والے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۳۳۰)

امام شافعی نے اپنے فقہی مسلک اور اپنے فقہی مسائل کا استخراج واستنباط بغداد ہی میں شروع کر دیا تھا، قاضی عیاض لکھتے ہیں:

وسمع الموطا من مالك وسربه مالك ثم سار الشافعی الی العراق فلزم محمد بن الحسن وناظره علی مذهب اهل

المدينة و كتب كتبه ورتب هناك قوله القديم وهو كتاب الزعفراني ۔ امام شافعی نے امام مالک سے مؤطا کا سماع کیا، جس سے امام مالک خوش ہوئے، پھر امام شافعی عراق جا کر محمد بن حسن کے یہاں رہ گئے، اہل مدینہ کے مذہب کے بارے میں ان سے بحث ومذاکرہ کرلیا اور امام محمد کی کتابیں لکھیں اور وہیں اپنا قول قدیم مرتب کیا جو زعفرانی کی کتاب میں ہے۔(ترتیب المدارك ص ۳۸۵)

امام شافعی نے فقہائے حجاز وعراق کے اصول وفروع کو سامنے رکھ کر درمیانی راہ اختیار کی وہ قرآن کے ظواہر کو حجت مانتے ہیں، پھر سنت رسول سے استدلال کرتے ہیں، یہاں تک کہ خبر واحد کو بھی قابل عمل قرار دیتے ہیں، تعامل اہل مدینہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر اجماع کو حجت مانتے ہیں، آخر میں اس قیاس پر عمل کرتے ہیں، جس کی تائید کتاب وسنت سے ہوتی ہے، امام شافعی کے مندرجہ ذیل قول سے ان کے فقہی مسلک کی وضاحت ہوتی ہے:

ان القاضي والمفتي لا يجوز ان يقضي او يفتي حتى يكون عالما بالكتاب وما قال اهل التاويل في تاويله وعالما بالسنن والآثار وعالما باختلاف العلماء حسن النظر صحيح الاوذ ورعا مشاورا فيما اشتبه عليه ۔(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۸۲)

قاضی اور مفتی کے لیے فیصلہ کرنا اور فتویٰ دینا اس وقت تک جائز نہیں ہے، جب تک کہ وہ کتاب اللہ، اس کی تفسیر سنن وآثار اور اختلاف علما کا علم نہ رکھتے ہوں، ان میں حسن نظر، صحیح فہم، اور تقویٰ ساتھ ہی مشتبہ مسائل میں مشورہ کرنے والے ہوں۔

ان کے فقہی مسلک کی اساس صحیح حدیث پر قائم تھی، وہ کہا کرتے تھے" واذا صح الحديث فهو مذهبي "(صفۃ الصفوۃ لابن جوزی ۲۱۴)

اقوال قدیمہ وجدیدہ

امام شافعی نے اپنے فقہی اقوال وآرا کو بغداد میں مرتب کرنا شروع کیا اور یہ عمل قیام مکہ کے دوران بھی جاری رہا، اس طرح قیام مصر سے پہلے انہوں نے اپنے فقہی مسلک پر جو مسائل جمع کیے انہیں قول قدیم سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کے راوی ابو علی حسن بن محمد زعفرانی، ابوثور ابراہیم بن خالد، احمد بن حنبل اور حسین بن علی کرابیسی ہیں، جب مصر آئے تو اپنے اقوال وآرا پر نظر ثانی کی اور اپنے مسائل مستنبطہ کو از سر نو مدون کیا، جنہیں اقوال جدیدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان کے راوی وترجمان چھ تلامذہ ہیں، ابوابراہیم، اسماعیل بن یحییٰ مزنی، ربیع بن سلیمان مرادی، ربیع بن سلیمان داؤد جیزی، ابویعقوب یوسف بن یحییٰ بویطی، ابوحفص حرملہ بن یحییٰ، یونس بن عبدالاعلی۔

علم اصول فقہ

اصول فقہ کی تدوین امام شافعی کا بہت بڑا کارنامہ ہے، وہ اس فن کے مدون اول کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔

اسنوی کہتے ہیں "ان الشافعی ھو اول من صنف فی اصول الفقہ بالاجماع" امام شافعی نے بالاتفاق اصول فقہ میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کی۔ (شذرات الذہب ج ۳ ص ۱۰)

بدرالدین زرکشی کہتے ہیں، کہ امام شافعی پہلے شخص ہیں، جنہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی، اس فن میں انہوں نے کتاب الرسالہ، کتاب احکام القرآن، اختلاف الحدیث، ابطال الاستحسان کتاب اجماع العلم اور کتاب القیاس لکھ کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔ (البحر المحیط)

فقہ شافعی کے اصول استنباط

امام شافعی سے پہلے فقہا و مجتہدین نے استنباط مسائل کے حدود متعین نہیں کیے تھے، وہ شریعت کے معانی اس کے غایات و احکام کے مقاصد اور نصوص کے اغراض و مطالب کی معرفت کے لیے اپنی فہم و فراست پر اعتماد کرتے تھے، امام شافعی نے دیکھا، استنباط کے لیے علما کے درمیان جدل و مناظرہ برپا ہے، تو انہوں نے حدود و رسوم وضع کیے اور اصول فقہ منضبط کیے، امام فخر الدین رازی آپ کے اس کارنامے کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اعلم ان نسبة الشافعي الى علم الاصول كنسبة ارسطو الى علم المنطق و كنسبة الخليل بن احمد الى علم العروض الخ .

امام شافعی کی طرف علم اصول کی نسبت ایسی ہی ہے، جیسی ارسطو کی طرف علم منطق کی نسبت اور خلیل بن احمد کی طرف علم عروض کی نسبت۔

اس لیے کہ لوگ ارسطو سے پہلے اپنی طباع سلیم سے استدلال کرتے تھے، حدود و براہین کی ترتیب کی کیفیت کا کوئی قانون نہ تھا، لامحالہ ان کے کلمات میں تشویش و اضطراب پائے جاتے تھے، کیوں کہ طبیعت جب تک کسی قانون کلی کا سہارا نہیں لیتی، کامیاب نہیں ہوتی، جب ارسطو نے یہ مشاہدہ کیا، تو ایک مدت تک لوگوں سے کنارہ کش رہا اور علم منطق کا استخراج کیا اور مخلوق کے لیے منطق کا قانون کلی وضع کیا، ایسے ہی خلیل سے پہلے شعرا اشعار نظم کیا کرتے تھے، ان کا پورا اعتماد محض طبیعت پر ہوتا تھا، خلیل

نے شعر کے مفاسد و مصالح کی معرفت کے لیے علم عروض کا استخراج اور ایک قانون کلی وضع کیا، اسی طرح امام شافعی سے پہلے لوگ اصول فقہ کے مسائل میں گفتگو، استدلال اور اعتراضات کرتے تھے، لیکن ان کے پاس دلائل شریعت کے معارضات و ترجیحات کی معرفت کے لیے کوئی ایسا قانون کلی نہ تھا، جس کی طرف رجوع کیا جاتا، امام شافعی نے علم اصول فقہ وضع کیا اور مخلوق کو ایک ایسا قانون کلی دیا، شریعت کے مراتب کی معرفت میں جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ اصول فقہ کی نسبت امام شافعی کی طرف کرنا صحیح ہے اور وہی اس علم کے واضع ہیں۔ (شافعی ص ۱۶۲)

امام شافعی مندرجہ ذیل پانچ اصول کا بالترتیب اعتبار کرتے ہیں:

(۱) کتاب وسنت ثابتہ:۔ امام شافعی سنت کو کتاب کے ساتھ ایک ہی درجہ میں رکھتے ہیں، اس لیے کہ سنت کتاب کے مجملات کی تفصیل بیان کرتی ہے، لیکن سنت اگر خبر آحاد ہو، تو وہ نہ قرآن کے مرتبہ میں ہے اور نہ قرآن کے معارض ہے۔

(۲) اجماع:۔ اجماع سے امام شافعی کی مراد ان فقہا کا اجماع ہے، جن کو علم خاصہ دیا گیا ہے۔

(۳) صحابی کا وہ قول جو اس کی ایسی رائے ہو کہ کسی نے اس کی مخالفت نہ کی ہو۔

(۴) اختلاف صحابہ:۔ امام شافعی اختلاف صحابہ کا اعتبار کرتے ہیں اور ایسے صحابہ کے قول پر عمل کرتے ہیں، جن کا قول کتاب وسنت سے قریب تر ہو۔

(۵) قیاس:۔ امام شافعی نے ایسے قیاس کا اعتبار کیا ہے، جو مذکورہ بالا چاروں اصول سے بالترتیب مستنبط ہو۔

امام شافعی ان اصولوں کو اپنی کتاب ''الام'' میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

للعلم طبقات شتی الاولی الکتاب والسنة اذا ثبتت ثم الثانیة الاجماع فیما لیس فیه کتاب ولا سنة والثالثة ان یقول بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم قولاً

ولانعلم لـه مخالفا منهم والرابعة اختلاف اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك والخامسة القياس على بعض الطبقات ولايصار الى شئ غير الكتاب والسنة وهما موجودان وانما يوخذ العلم من اعلىٰ ۔ (کتاب الام ج ۷ ص ۴۶)

کتاب وسنت

امام شافعی نے کتاب وسنت دونوں کا اعتبار علم شریعت کے ایک ہی درجے میں کیا ہے، بلکہ ان ہی دونوں کو اس شریعت کا واحد مصدر قرار دیا ہے، کیوں کہ ان کے علاوہ دوسرے اصول سے استدلال انہی دونوں پر محمول اور ان ہی کی روح سے ماخوذ ہیں، اگرچہ بظاہر وہ ان سے مستنبط نہیں۔

قرآن وسنت کا ایک ہی درجہ کیوں؟

سوال پیدا ہوتا ہے، کہ امام شافعی سے پہلے کے فقہا اور ان کے بعد کے علمائے اصول نے سنت کو کتاب کے درجے سے نیچے رکھا ہے، خود امام شافعی نے بعض جگہوں پر سنت کو کتاب کے مرتبے میں نہیں رکھا ہے؟ اس کا جواب یوں دیا جائے گا، کہ کتاب وسنت دونوں اللہ کے کلام ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحىٰ'' نیز قرآن میں اللہ نے رسول کی اطاعت فرض کی ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، ''مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ'' گویا جس نے قول رسول کو قبول کیا، اس نے اللہ کے قول کو قبول کیا، معلوم ہوا، کہ کتاب وسنت دونوں کا ایک ہی درجہ ہے، بعض صحابہ کے اقوال سے بھی امام شافعی کے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے، عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے

لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله ۔

(اتحاف المہرۃ ج ۱۰ ص ۳۸۱)

یہ حدیث صحیح بنی اسد کی ایک عورت نے سنی تو عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے فرمایا، میں ایسوں پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اور ان پر لعنت کا حکم قرآن میں موجود ہے، اس عورت نے کہا، میں نے پورا قرآن پڑھ لیا، مگر یہ کہیں نہیں پایا، عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو ضرور پالیتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۔

رہا امام شافعی کا بعض مقامات پر سنت کو کتاب کے درجہ میں نہ رکھنا تو اس کے لیے عرض ہے کہ امام شافعی نے تمام احادیث کریمہ کو درجہ کتاب میں نہیں رکھا ہے، ان کے نزدیک درجہ کتاب میں وہی احادیث ہیں، جن کے طرق آیات متواترہ قاطعہ کے درجے میں ہیں، احادیث آحاد، احادیث متواترہ یا احادیث مستفیضہ مشہورہ کے درجے میں نہیں، تو وہ آیات قرآنیہ قاطعہ کے درجے میں کیسے ہوسکتی ہیں، امام شافعی نے اس پر تنبیہ کرتے ہوئے سنت کو ثابتہ سے مقید کیا ہے، لکھتے ہیں:

المرتبة الاولی الکتاب والسنة اذا ثبتت ۔

قرآن کے خاص و عام

امام شافعی نے قرآن میں وارد ہونے والے عام کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

(۱) عام ظاہر جس سے عام ظاہر یعنی اس کے سیاق کے مفہوم میں جو کچھ بھی داخل ہو مراد ہو، جیسے: ''اَللّٰہُ خٰلِقُ کُلِّ شَیْءٍ'' (سورہ زمر ۶۲) اس آیت کے بیان عموم میں امام شافعی کہتے ہیں، کہ زمین وآسمان کی ہر چیز ذی روح اور درخت وغیرہ کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

(۲) عام ظاہر جس سے عام مراد ہو اور اس میں خصوص داخل ہو جیسے: ''حَتّٰٓی اِذَآ اَتَیَآ اَھْلَ قَرْیَۃِ ٍاسْتَطْعَمَآ اَھْلَھَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا '' (سورہ کہف ۷۷) یہ

آیت اس بات کا فائدہ دیتی ہے، کہ استطعام اہل قریہ میں سے ہر فرد سے تھا، اور ابا بھی ان میں سے ہر ایک کی طرف سے تھا، لیکن اہل قریہ میں سے کچھ وہ افراد ہیں جن سے استطعام کیا گیا تھا اور ان سے ابا بھی واقع ہوا تو اس اعتبار سے خصوص بھی داخل ہے غرضیکہ آیت میں عموم معتبر اور خصوص مقصود ہے۔

(۳) عام ظاہر جس سے خاص مراد ہو جیسے: ''اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ'' (آل عمران:۱۷۳/۳) سیاق آیت اشارہ کرتا ہے، کہ مراد بعض ناس ہے اور محال ہے، کہ کلمہ ناس سے جمیع ناس مراد ہو، آیت میں پہلا الناس مخبر اور دوسرا الناس مخبر عنہ ہے ظاہر ہے مخبر مخبر عنہ کا غیر ہے تو لا محالہ قائل بعض ناس اور جامع بھی بعض ناس ہے اور بعض ناس خاص ہے معلوم ہوا کہ عام ظاہر سے خاص مردا ہے۔

امام شافعی جب تک کہ کوئی ایسی چیز نہیں پاتے، جو عام کے اندر تخصیص پیدا کرے عام پر عمل کرتے ہیں، اگر دلیل تخصیص پاتے ہیں تو خاص کا اعتبار کرتے ہیں، ان کے نزدیک عام میں تخصیص نص قرآن، اور اثر حدیث سے ہوتی ہے، یہی حنفیہ بھی کہتے ہیں، لیکن حنفیہ نے عام کو ایسی قوت دی ہے، جو امام شافعی نے نہیں دی ہے، چنانچہ ان کے نزدیک لفظ عام کی دلالت عموم پر ظنی ہوتی ہے اور حنفیہ کے نزدیک قطعی۔ امام شافعی عام کو ظنی مانتے ہیں خبر واحد بھی ظنی ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ قرآن کے عام کی تخصیص خبر واحد کے ذریعہ جائز قرار دیتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک عام قطعی ہے اور خبر واحد ظنی لہٰذا خبر واحد کے ذریعہ قرآن کے عام کی تخصیص جائز نہیں ہوگی کیوں کہ ظنی قطعی کو خاص نہیں کرسکتا۔

قرآن کا بیان

امام شافعی نے بیانِ قرآن کی دو قسمیں ذکر کی ہیں:

(۱) ایسا بیان جو مجمل کی تفصیل یا معنی محتمل کی تعیین میں سنت کا محتاج نہ ہو جیسے: ''

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون أَيَّامًا مَّعْدُودَات ''(سورہ بقرہ ۱۸۳) پھر آگے فرمایا ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ''(سورہ بقرہ ۱۸۵) امام شافعی فرماتے ہیں، کہ یہ آیت کریمہ نص ہے کہ ایام معدودات سے مراد شہر رمضان ہے ایام صوم اور شہر صوم کے بیان کے لیے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

(۲) ایسا بیان جو سنت کا محتاج ہو، امام شافعی نے اس کی جو مثالیں پیش کی ہیں ان کے پیش نظر اس بیان کو تین قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(الف) سیاق دو احتمال رکھے سنت ان دونوں میں سے کسی ایک کو متعین کرے جیسے ارشاد باری ''فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَّتَرَاجَعَا '(سورہ بقرہ ۲۳۰) تو اللہ کا ارشاد '' حتی تنکح زوجا غیرہ ''احتمال رکھتا ہے، کہ شوہر اول کے غیر کا محض عقد کر لینا اور عورت کے ساتھ دخول نہ کرنا شوہر اول کی خاطر اس عورت کو حلال کرنے کے لیے کافی ہے اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے، کہ وہ عورت شوہر اول کے لیے اس وقت حلال نہ ہو جب تک کہ شوہر ثانی اس کے ساتھ دخول نہ کر لے، یہ دونوں احتمال اس لیے پیدا ہوئے کہ اسم نکاح اصابت اور عقد دونوں معنی میں واقع ہے، لیکن ایک عورت کے شوہر نے اسے تین طلاق دے دی اور دوسرے آدمی نے اس سے شادی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا ''لا تحلين له حتى تذوقى عسيلته ويذوق عسيلتك '' یعنی جب تک وہ شخص تیرے ساتھ دخول نہ کرے گا تو اپنے شوہر اول کے لیے حلال نہیں، یہاں پر سنت نے دو معانی محتملہ عقد و دخول میں سے ایک (دخول) کو متعین کیا۔

(ب) قرآن مجمل ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل ذکر کی ہو، چنانچہ اکثر فرائض مجمل ہیں اور حدیث ان کی تفصیل مثلاً ''إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى

الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا' قرآن میں اوقات نماز، طریقہ نماز، تعداد رکعات، نماز کے فرائض، واجبات، سنن ومستحبات وغیرہ احکام نماز کا بیان نہیں، اس سلسلے میں قرآن مجمل ہے اور حدیث اس کی مکمل تفصیل ہے، یہی معاملہ زکوۃ، حج روزہ وغیرہ کا ہے۔

(ج) قرآن عام ہو اور سنت نے اس کے خصوص کو بیان کیا ہو مثلاً آیات میراث کے ظاہر سے مفہوم ہوتا ہے، کہ وارثین عام ازیں کہ مورث کے دین سے مختلف ہوں یا متحد مورث کے قاتل ہوں یا غیر قاتل وارث ہوں گے اور سنت نے بیان کیا ہے کہ مسلم کا وارث غیر مسلم نہیں ہوسکتا اور قاتل کے لیے میراث نہیں نیز قرآن کے عام سے ظاہر ہے کہ وصیت خواہ کتنی ہی مقدار میں کیوں نہ ہو ورثہ میں تقسیم میراث پر مقدم ہوگی، سنت نے بیان کیا، کہ وہی وصیت میراث پر مقدم ہے جو تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

حجیت حدیث

عہد امام شافعی میں تین طرح کے منکرین حجیت حدیث پائے جاتے تھے، حضرت امام نے ان کی سخت تردید کی اور اپنے رسالہ ''الام'' میں دلائل کے ذریعہ ہر ایک کا ناطقہ بند کر کے حجیت حدیث ثابت کی، ذیل میں بطور اختصار تینوں مذاہب اور ان کی تردید میں امام شافعی کی ایک ایک دلیل مذکور ہے:

(۱) پہلی جماعت جملہ احادیث کی حجیت سے انکار کرتی ہے، امام شافعی نے ان کی تردید اس طور پر کی، کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسول کو ملایا اور ایمان بالرسول رسول کے اقوال، افعال اور تقریرات کی طاعت کو واجب کرتا ہے، لہٰذا سنت نبویہ کو اس شرع کریم کا مصدر ماننا واجب ہوگا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ' (سورہ نور ۶۲) اس آیت سے بصراحت ایمان بالرسول کا جزء ایمان واسلام ہونا ثابت ہے اور ظاہر ہے ثمرہ ایمان اتباع ہے، پس حدیث کا اتباع واجب ہوگا، یہ بات عقل سے بعید ہے، کہ رسول پر ایمان واجب ہو اور ان کے افعال، اقوال اور تقریرات کا اتباع واجب نہ ہو، بایں قدر حدیث

کی حجیت ثابت ہے۔

(۲) دوسرے گروہ کا کہنا ہے، کہ اگر حدیث قرآن کا بیان نہ ہو تو وہ قابل احتجاج نہیں، امام شافعی نے اس گروہ کو ضال تو نہ شمار کیا اور نہ ان کی بصراحت تردید کی، پھر بھی پہلے مذہب والوں کی تردید میں جو دلائل ذکر کیے ہیں وہی ان کی تردید کے لیے کافی ہیں، ظاہر ہے کہ وہ حدیث جس میں نص قرآنی نہ ہو ایسے رسول سے ثابت ہے جن کی طاعت واتباع فرض ہے، مخالف قرآن نہیں ہو سکتی، اس حدیث کے بارے میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس حدیث میں ایسا حکم بیان کیا گیا ہے، جو قرآن میں منصوص نہیں ہے۔

(۳) تیسرا مذہب یہ ہے کہ خبر آحاد قابل احتجاج نہیں، امام شافعی نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه'' (اتحاف المہرۃ ج ۲ ص ۱۲۸)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے حفظ وجمع اور دوسروں تک اس کو پہنچانے کی دعوت دی تو ہر وہ شخص جس سے یہ چیزیں صادر ہوں عام ازیں کہ وہ تنہا ہو یا ایک جماعت دعوت نبی کا مجیب ہوگا، پس معلوم ہوا کہ ہر حدیث نبی اگر چہ وہ ایک ہی راوی سے مروی ہو جب کہ راوی ثقہ عادل ضابط ہو حجت ہے۔

امام شافعی نے کتاب اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے سنت کے پانچ مقامات بیان کیے ہیں (۱) سنت قرآن کے مجمل کا بیان ہے (۲) سنت بیان ہے کہ قرآن کے عام سے عام مراد ہے یا خاص (۳) جو فرائض قرآن میں بیان کیے گئے ہیں سنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی سے ان پر بیان احکام میں اضافہ کیا ہے (۴) جو حکم قرآن میں منصوص نہیں سنت نے اس کو بیان کیا ہے اور یہ نص قرآنی پر زیادتی نہیں (۵) منسوخ پر ناسخ کے ذریعہ استدلال۔

اجماع

امام شافعی نے کتاب وسنت کے بعد اجماع کا مرتبہ مقرر کیا ہے، اجماع کے ہوتے ہوئے قیاس کا اعتبار نہیں کرتے اور جیسے پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں نص کتاب وسنت کی موجودگی میں اجماع سے استدلال درست قرار نہیں دیتے۔

اجماع کے حجت ہونے کی دلیل سلیمان بن یسار کی حدیث ہے، کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں خطبہ دیا، کہ جیسے میں تمہارے درمیان کھڑا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا میرے صحابہ کی تکریم کرو پھر ان کے بعد والوں کی پھر ان کے بعد والوں کی پھر کذب ظاہر ہوگا یہاں تک آدمی بغیر مطالبہ قسم کھائے گا اور بغیر مطالبہ گواہی دے گا، تو جسے وسط جنت خوش کرتا ہو وہ جماعت کو لازم پکڑے اس لیے کہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہے اور دو شخص سے دور ہے، مرد عورت کے ساتھ تنہائی نہ اختیار کرے کیوں کہ شیطان ان کا تیسرا ہے، جسے اس کی نیکی اچھی لگے اور برائی بری تو وہ مومن ہے۔

اس حدیث میں جماعت کو لازم پکڑنے ((ملازمت جماعت) کا حکم دیا گیا ہے، جس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ جماعت کے جسموں کو لازم کرلو اور دلوں کو ترک کردو کیوں کہ مسلمین وغیر مسلمین، اتقیا و فجار کے اجسام اجتماعی طور پر پائے جاتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ تحلیل تحریم اور طاعت میں اسی مسلک کو اختیار کرو جس پر جماعت گامزن ہے، بہرحال یہ حدیث اجماع کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔

امام شافعی کی اجماع سے مراد علمائے عصر کا کسی امر پر اجتماع ہے، ایسا اجماع جو کسی ایک شہر کے علما سے ثابت ہو امام شافعی کے نزدیک معتبر نہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ حضرت امام مالک کے اجماع اہل مدینہ کے قول کی تردید کی ہے، اجماع اہل مدینہ کی دو طرح تردید کرتے ہیں (۱) اجماع کسی ایک شہر کے علما کا کسی امر پر اجتماع کا نام نہیں، بلکہ سارے بلاد اسلامیہ کے علما کا اجتماع ضروری ہے (۲) وہ مسائل جن پر

امام مالک نے اہل مدینہ کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے، ہر قضیہ میں اہل مدینہ کا اختلاف موجود ہے، بلکہ بعض قضیوں میں تو اکثر اہل مدینہ کا اختلاف ہے علاوہ ازیں عام علماے بلاد اسلامیہ بھی اس سے مختلف ہیں۔

امام شافعی نے اجماع سکوتی کا اعتبار نہیں کیا ہے، اجماع سکوتی یہ ہے کہ کوئی اہل اجتہاد عالم کوئی رائے قائم کرے اس کے زمانے کے علما اس سے واقف ہوں اور کوئی اس کا انکار نہ کرے، امام شافعی نے اسے غیر معتبر اس لیے قرار دیا ہے کہ اجماع کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی امر پر تمام علما کی رائے متفق ہو۔

اقوال صحابہ واختلاف صحابہ

امام شافعی نے اقوال صحابہ کو مصدر شرعی قرار دیا ہے، وہ صحابی کے ایسے قول سے استدلال کرتے ہیں، جس میں اختلاف نہ ہو، اختلاف کی صورت میں کسی ایک کا قول اختیار کرتے ہیں، بعض لوگوں نے گمان کیا ہے، کہ امام شافعی نے اپنے مذہب قدیم میں تو قول صحابی کو اختیار کیا ہے، مگر مذہب جدید میں وہ قول صحابی کو نہیں لیتے حالاں کہ سچ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مذہب قدیم وجدید دونوں میں قول صحابی کو اختیار کیا ہے اور اسے قیاس پر مقدم رکھا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک جب کتاب وسنت موجود ہوں تو ان کے ترک کا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا، ان کا اتباع ضروری ہوگا، ان کی عدم موجودگی میں اقوال صحابہ یا کسی قول صحابی کی طرف رجوع کریں گے، بصورت اختلاف پہلے ابوبکر وعمر اور عثمان کے قول کی طرف رجوع کریں گے کیوں کہ ان کی تقلید زیادہ محبوب ہے، پھر جب ان کے درمیان اختلاف ہو تو کتاب وسنت سے اقرب قول کو اختیار کریں گے، اقرب پر دلالت نہ ہو سکے تو جس کے دلائل قوی ہوں، اس کو اختیار کریں گے، خلفاے راشدین کے قول پر عمل اس لیے ضروری ہے، کہ وہ امام المسلمین ہیں اور امام کا قول

اختیار کیا جائے گا، ان کا اتباع ان کے مابعد علما کی اتباع سے اولیٰ ہے، خلفاے راشدین کا قول نہ ملے تو صحابہ میں اسی طرز پر کہ جس کا قول کتاب وسنت سے اقرب ہے اختیار کیا جائے گا، اگر کسی کا قول دلائل سے اقرب نہ ثابت ہو سکے تو اکثر صحابہ نے جسے اختیار کیا ہوا سے لیا جائے گا، اگر اکثر کا علم نہ ہو سکے تو ان میں سے جو قول ارجح ہوا سے اختیار کریں گے، چنانچہ آیت کریمہ "وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ" میں قروء کے معنی کی تعیین میں صحابہ کا اختلاف ہے، حضرت عائشہ صدیقہ، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر وغیرہ نے قروء سے مراد طہر لیا ہے اور صحابہ کی ایک جماعت نے قروء سے مراد حیض لیا ہے، امام شافعی نے طہر کی مراد کو ترجیح دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لغت، سنت اور قرآن سے قروء کا معنی طہر متعین ہے، کیوں کہ حیض کا لغوی معنی رحم کا خون پھینکنا ہے طہر میں رحم خون کو روک دیتا ہے، تو طہر کا معنی ہوگا خون روکنا پس لغت میں قروء کا معنی طہر ہونا اولیٰ ہے، رہا قرآن وسنت تو ارشاد باری ہے "اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ" اور حضرت عمرؓ نے جب عبداللہ بن عمر کو حالت حیض میں طلاق دلا دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کا حکم دیا اور فرمایا جب وہ طاہرہ ہو تو بغیر جماع کیے اسے طلاق دو اور فرمایا "فتلك العدة التى امر الله ان تطلق بها النساء" اس قول میں حضور نے قرآن کی تفسیر بیان کی کہ عدت طہر ہے، حیض نہیں۔

قیاس

کسی ایسے امر کو جس کا حکم منصوص نہ ہو علت مشترکہ کی وجہ سے ایسے امر کے ساتھ لاحق کرنا جس کا حکم معلوم ہو قیاس کہلاتا ہے، امام شافعی نے قیاس کو اصل شرعی مانا ہے، وضوح وخفاے علت کی نسبت سے امام شافعی نے قیاس کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) فرع حکم میں اصل سے اولیٰ ہو جیسے والدین کو مارنے کی حرمت، جو مستفاد

ہے ارشاد باری "وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ" سے، پس جب اف کہنا ممنوع ہے تو مارنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

(۲) فرع حکم میں اصل کے مساوی ہو یعنی رتبہ میں نہ اس سے کم ہو نہ زیادہ جیسے ارشاد ربانی ہے "فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ" (نسا ۲۴) پس اگر غلام بھی ایسا کام کرے جس کی وجہ سے کوڑے کی حد واجب ہو جائے تو اس کو اس تنصیف میں باندی پر قیاس کریں گے۔

(۳) فرع کی علت حکم میں اصل سے ضعیف ہو۔

قیاس کی یہ تینوں قسمیں بالترتیب ایک دوسرے سے اقوی و اضعف ہیں، چنانچہ قسم اول، ثانی سے اقوی اور ثانی ثالث سے اقوی ہے، یوں ہی قسم ثالث ثانی سے اضعف اور ثانی، اول سے اضعف ہے۔

امام شافعی نے کچھ ایسے نصوص ذکر کیے ہیں، جن پر قیاس درست نہیں اور وہ ہر وہ نص ہے جس میں حکم اللہ کی طرف سے منصوص ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی سنت بنالی ہو مثلاً اللہ کا ارشاد ہے:

"اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ"

پس بتقاضائے حکم عام پیر کا دھلنا ایک رکن وضو ہوگا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح کر لیا تو اس نص عام کے حکم میں تخفیف ہوگئی، پس عمامہ اور قفازین کو خفین پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا، کیوں کہ حکم یہاں پر نص عام سے مستثنیٰ ہے جس نص عام میں استثنا ہو اس پر قیاس درست نہیں ہوتا۔

امام شافعی ہر شخص کے لیے قیاس درست نہیں مانتے بلکہ قیاس کرنے والے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں لگاتے ہیں:

(۱) قائس لسان عرب کا عالم ہو کیوں کہ یہ دین عربی ہی میں نازل ہوا لہٰذا ہر مجتہد

کا حق ہے کہ عربی کا عالم ہو۔

(۲) قائس کو کتاب اللہ کے احکام فرض وادب، ناسخ ومنسوخ، احکام عامہ وخاصہ کا علم ہو۔

(۳) قائس سنن، اقوال سلف اور لوگوں کے اجماع واختلاف کا عالم ہو۔

(۴) اتنا صحیح العقل اور حسن التقدیر ہو کہ مشتبہ کو امتیاز دیکر اس کا حکم ثابت کر سکے۔

امام شافعی نے اسی قیاس کو درست قرار دیا ہے، جو قیاس قرآن وسنت میں منصوص حکم سے ماخوذ ہو کیوں کہ اصل اسلامی کو انہوں نے کتاب وسنت میں منحصر مانا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ، مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" ان آیتوں سے مستفاد ہے، کہ اصل دین صرف کتاب وسنت ہیں، پس اجتہاد بالرای کے لیے ضروری ہوگا، کہ وہ کتاب وسنت سے مشتق ہو، تو قیاس بھی انہیں پر ہوگا، جس نے ایسی رائے پیش کی، جو ان دونوں پر محمول نہیں، اس نے زیادتی کی اور اپنے نفس کی پیروی کی حالاں کہ اس کو نفس کے اتباع کا حکم نہیں بلکہ کتاب وسنت کے اتباع کا حکم ہے۔ (ماخوذ از شافعی از ص ۱۶۲ تا ۱۷۶، ابوزہرہ مصری)

ناشرین فقہ شافعی

امام شافعی کے فیض تعلیم وتربیت سے جو خوش نصیب علما درجہ امامت پر فائز ہوئے، ان میں سے چند اہم وارشد تلامذہ کے مختصر حالات وکمالات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعے اسلامی ملکوں میں فقہ شافعی کی ہمہ گیر اشاعت ہوئی۔

(۱) حسن بن محمد زعفرانی بغدادی

ابوعلی حسن بن محمد بن صباح زعفرانی بغدادی تقریباً ۱۷۵ھ میں بغداد سے قریب ایک بستی ''زعفرانیہ'' میں پیدا ہوئے جس کی بنا پر زعفرانی مشہور ہوئے، وہ خود فرماتے ہیں، جب امام شافعی کی مجلس میں میں نے کتاب ''الرسالۃ'' کی قرأت کی، تو امام شافعی نے دریافت کیا، تم عرب کے کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عرب نہیں ہوں، زعفرانیہ دیہات کا رہنے والا ایک دیہاتی ہوں، امام شافعی یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا، کہ تب تو تم اس گاؤں کے گل سرسبد ہو۔ (تاریخ بغداد ج۷ص۴۰۷)

زعفرانی نے اپنے وقت کے جلیل القدر فقہا ومحدثین سے کسب فیض کیا تھا، ان میں سفیان بن عیینہ، عبدہ بن حمید، عبدالوہاب ثقفی، وکیع بن جراح، ابن عطا، ابن علیہ، عفان بن مسلم، یحییٰ بن عباد، شبابہ بن سوار، سعید بن سلیمان واسطی اور یزید بن ہارون وغیرہ ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم شخصیت امام شافعی کی ہے۔

۱۹۵ھ میں جب امام شافعی نے بغداد کے اندر حلقہ درس قائم کیا، تو زعفرانی نے اس مجلس کی حاضری کو لازم کرلیا اور امام شافعی سے تیس رسالوں پر مشتمل ان کی کتاب پڑھی اور اس کا املا کیا، بعد میں یہ رسالے کتاب البغدادی یا کتاب قدیم کے نام سے

مشہور ہوئے، امام شافعی کی مجلس درس میں زعفرانی ہی قرأت کرتے تھے جب کہ وہ شرکاے درس میں سب سے کم سن تھے۔

وہ کہتے ہیں میرے علاوہ کسی نے جرأت نہ کی حالاں کہ میں سب سے نوعمر تھا اور میرے چہرے پر ابھی خط سبزہ تک کا ظہور نہیں ہوا تھا، بعد میں اس واقعے کو یاد کر کے وہ فرماتے ''وانی لاتعجب من انطلاق لسانی وجسارتی بین یدیه '' یعنی اب میں خود امام شافعی کے حضور اس جسارت لسانی پر تعجب کرتا ہوں۔ (تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۶۰)

دو برس میں انہوں نے امام شافعی سے اتنا فیض حاصل کیا اور علم فقہ میں اس قدر مہارت وقابلیت پیدا کر لی، کہ امام شافعی کے مصر تشریف لے جانے کے بعد وہ عراق میں ان کے طرز استدلال اور طریقہ اجتہاد کے نمایاں ترین ترجمان ونمائندہ ہو گئے۔

امام شافعی آپ پر پورا اعتماد کرتے تھے، جب ۱۹۸ھ میں دوبارہ بغداد آئے تو کرابیسی نے ان کی کتابوں کی اجازت طلب کی لیکن امام شافعی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا، کہ زعفرانی کی کتابیں لو اور ان کو لکھ لو میں ان کتابوں کی اجازت تم کو دیتا ہوں۔ (الانتقاء ص ۶۷)

امام شافعی زعفرانی کی عربی دانی اور فصاحت کے سب سے زیادہ معترف تھے، امام مزنی کہتے ہیں، امام شافعی نے ایک مرتبہ فرمایا، میں نے بغداد میں ایک غیر عربی کو پایا، اس کی زبان دانی اور حسن فہم پر مجھے اتنا ہی اعتماد ہے جتنا کسی عربی الاصل پر ہو سکتا ہے، بسا اوقات تو گمان یہ ہوتا کہ اصلاً وہ عربی ہے اور میں نبطی وعجمی ہوں، کسی نے دریافت کیا، کہ حضرت! اس درجہ کامل وماہر کون ہے؟ فرمایا، زعفرانی۔

(طبقات کبری ج ۱ ص ۲۵۰)

امام زعفرانی حدیث وفقہ کے علاوہ وقت کے امام، فصاحت وبلاغت میں یکتا اور عربی زبان پر کامل دستگاہ رکھتے تھے، علما نے ان کی علمی جلالت کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

☆ امام نسائی:۔ ثقہ ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۸۰)

☆امام سبکی:۔ امام جلیل، فقیہ، محدث، فصیح، بلیغ اور ثقہ ہیں۔

☆امام ماوردی:۔ قدیم فقہ شافعی کے اہم راوی احمد بن حنبل، ابوثور، کرابیسی اور زعفرانی ہیں، ان میں زعفرانی کا شمار اثبت راوی کی حیثیت سے ہوتا ہے۔

(طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۲۵۱)

☆امام یافعی:۔ وہ ذہین ترین عالم ہیں، انہیں حدیث وفقہ میں کامل دستگاہ حاصل ہے۔ (مرأۃ الجنان ج ۲ ص ۱۸۲)

شعر وسخن کا ستھرا ذوق رکھتے تھے، کبھی کبھی فی البدیہہ اشعار کہتے، ان کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

اجد بین المحبین جدال وقتال فاذا ما اریا من ذاك فالحب محال

لایطلب حب اذاما لم یکن فیه جدال وبامتناع من حبیب عنده عز الوصال

امام زعفرانی کے حلقہ درس سے بڑے بڑے علما ومحدث پیدا ہوئے، ان کی جلالت علم کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے، کہ امام مسلم کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام مولفین آپ کے چشمہ علم سے فیضیاب ہوئے، ان کے علاوہ زکریا ساجی، ابن خزیمہ، ابوعوانہ اسفرائنی، محمد بن مخلد، ابوسعید ابن الاعرابی نے کسب فیض کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۳۸۰)

رمضان ۲۶۰ھ میں وفات پائی

(۲) ابوثور ابراہیم بن خالد بغدادی

ابوعبداللہ ابراہیم بن خالد بن یمان کلبی ملقب بہ ابوثور ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے، یہ بغداد کے باشندے تھے، انہوں نے سفیان بن عیینہ، ابن علیہ، عبید بن حمید، ابومعاویہ، وکیع، معاذ بن معاذ، عبدالرحمٰن بن مہدی اور یزید بن ہارون جیسے ائمہ کبار سے کسب علم کیا۔

ابتدا میں فقہ حنفی کی تحصیل کی اور امام محمد کی مجلس کے حاضر باش تھے، امام شافعی

جب بغداد آئے، تو خدمت میں پہنچے، ان کی شخصیت اور تبحر علمی سے اس درجہ متاثر ہوئے، کہ تلامذہ کی صف میں داخل ہوگئے اور وہ امام شافعی کی کتاب قدیم کے راوی بن گئے، آپ کی جلالت شان کا اعتراف ائمہ دین نے اس طرح کیا ہے:

☆احمد بن حنبل:۔"وعندی کسفیان الثوری" ان کا مرتبہ میرے نزدیک سفیان ثوری کی طرح ہے۔(طبقات ابن ہدایہ ص ٦)

☆امام نسائی:۔ یہ ثقہ مامون اور فقہا میں سے ایک فقیہ ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۳۷۲)

☆ابن حبان:۔ یہ فقہ، علم وفضل اور تورع میں دنیا کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔

(ایضا)

☆امام ذہبی:۔ انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، احادیث سے فروعی احکام استنباط کیے اور سنت پر اعتراضات کرنے والوں کے جواب دیے۔(ایضا)

امام ابوثور محدث اور بلند پایہ فقیہ تھے، وہ صرف فقہ شافعی کے ناقل اور راوی ہی نہیں تھے، بلکہ اجتہادی شان بھی رکھتے تھے، ابن خلکان کے بقول مسلک شافعی کے قائل اور آخر تک اس پر عامل رہے، لیکن امام یافعی، امام نووی اور ابن ندیم کے نزدیک امام ابوثور مستقل مسلک فقہ رکھتے تھے، وہ کسی کے مقلد نہیں تھے، ذہبی نے "الامام المجتہد" لکھا ہے، ان کے اندر فقہ کی باریک بینی، جزئیات رسی اور قوت استنباط امام محمد بن حسن شیبانی کی بارگاہ سے حاصل ہوئی تھی، جس کا اثر ان پر پوری زندگی قائم رہا، حدیث کی بہ نسبت فقہ کا رنگ ان پر گہرا تھا، امام احمد بن حنبل سے ایک مرتبہ کسی مسئلہ کے متعلق استفسار کیا گیا تو انہوں نے سائل سے کہا، کہ یہ مسئلہ میرے علاوہ کسی اور سے پوچھو، فقہا سے پوچھو، ابوثور سے دریافت کرو۔

(طبقات کبریٰ ج ۱ ص ۲۸۳)

ابوعبداللہ حاکم کہتے ہیں، امام ابوثور اپنے زمانے میں اہل بغداد کے واحد مفتی

وفقیہ تھے، ساتھ ہی ائمہ حدیث میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ (ایضا)

امام نووی کا بیان ہے ابوثور حدیث وفقہ کے علوم کے جامع ہیں، ان کی امامت وجلالت ثقاہت وبراءت پر سب بیک زبان متفق ہیں۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۰۰)

امام تقی الدین سبکی نے آپ کی قوت استدلال اور فقہی دقیقہ رسی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

ایک مجلس میں یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ اور خلف بن سالم جیسے نامور محدثین موجود تھے اور ایک خاتون کے استفسار کے جواب میں خاموش اور متردد تھے، امام ابوثور نے آتے ہی خوبی کے ساتھ مسئلے کو حل کر دیا اور ساری مجلس سے داد تحسین حاصل کی۔

(طبقات کبری ج ۱ ص ۲۸۳)

امام ابوثور سے کسب علم کرنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے، ان میں بعض اہم نام یہ ہیں:

امام مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، ابوحاتم رازی، ابوالقاسم لغوی، قاسم بن زکریا، محمد بن اسحاق، ادریس بن عبدالکریم، ابن جنید اور عبید بن محمد بزاز۔

آپ نے صفر ۲۴۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۳) حسین بن علی کرابیسی بغدادی

ابوعلی حسین بن علی کرابیسی بغدادی، بغداد کے رہنے والے تھے، حدیث میں شبابہ سوار، عمرو بن ہیثم، معن بن عیسٰی، اسحاق بن یوسف، یعلی، محمد، یزید بن ہارون اور یعقوب بن ابراہیم کے شاگرد تھے۔ انھوں نے مکتب حنفی سے فقہ وفتاوی کی تحصیل کی، ابتدا میں وہ اسی مکتب فقہ کے قائل اور اس کے مبلغ تھے، مگر امام شافعی جب بغداد آئے اور ان سے ملاقات کی، تو ان کی علمیت اور تفقہ سے کافی متاثر ہوکر، ان کے حلقہ درس سے وابستہ ہوگئے اور ان کے بغدادی تلامذہ میں نمایاں مقام حاصل کرلیا، قول قدیم کے چار راویوں میں سے ایک راوی کی حیثیت سے شہرت پائی، وہ امام شافعی سے

حد درجہ الفت رکھتے تھے، ان کے سلسلے میں کسی کی ادنیٰ غفلت کو بھی گوارہ نہ کرتے تھے۔

تمام تذکرہ نگار متفق ہیں، کہ کرابیسی جلیل القدر امام، فقہ وحدیث کے جامع، متکلم اہل سنت، نہایت ذی علم وفہم اور فقہ واصول فقہ، حدیث اور علم رجال میں ایک متبحر عالم تھے، نہایت محتاط، ثقہ، حافظ اور صدوق تھے۔

کرابیسی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، امام سبکی نے کتاب المقالات کا ذکر کیا ہے، جس میں فرق باطلہ کا ذکر ہے، یہ کتاب متکلمین کا مرجع تھی، دوسری کتاب شہادات کے مسائل پر تھی۔

امام عسقلانی لکھتے ہیں، کہ فقہ اور اصول فقہ میں ان کی کتابوں کی تعداد بہت ہے، ان کی تصنیفات ان کے وسیع مطالعہ اور فہم وادراک کا مظہر ہیں، علامہ ابن عبدالبر نے ان کی کتابوں کی تعداد دو سو بتائی ہے۔ آپ کی مزید چند کتابیں یہ ہیں۔

کتاب الجرح والتعدیل، کتاب المدلسین، کتاب الامامۃ، کتاب القضاء۔

۲۴۵ھ یا ۲۴۸ھ میں وفات پائی۔

(۴) یوسف بن یحییٰ بویطی

ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ بویطی مصر میں بوصیر سے قریب بویطا نامی بستی کے باشندے تھے، جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے بویطی کہلائے، بویطی نے جب آنکھ کھولی، تو مصر علم وفضل کا گہوارہ بن چکا تھا اور وہاں امام لیث بن سعد، بشر بن بکر، حمید اللہ بن یوسف، شعیب بن لیث اور اسد بن موسیٰ جیسے نامور محدثین موجود تھے، ان سے اکتساب فیض کرنا قرین قیاس ہے، لیکن امام بویطی نے امام شافعی سے پہلے جس شیخ کبیر سے حدیث وفقہ کی کثیر روایت حاصل کی وہ امام عبداللہ بن وہب ہیں، جو حدیث وفقہ کے جامع تھے، ان سے تلمذ اور شاگردی کا یہ اثر ہوا کہ بویطی میں حدیث وفقہ کی ہم آہنگی کا شعور پیدا ہوا اور اس شعور کی تکمیل امام شافعی کی مجلس درس میں ہوئی۔

امام شافعی جب مصر تشریف لائے، تو بویطی ان کے حلقہ درس کے حاضر باشوں میں شامل ہو گئے، پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ امام شافعی کے علم کو اپنے سینے اور سفینے میں محفوظ کیا، اس طرح وہ امام شافعی کے اکبر اصحاب کی صف میں شامل ہو گئے، چار سالہ قیام مصر کے دوران انہوں نے امام شافعی کی ہم نشینی کو اپنے اوپر لازم کر لیا، بقول امام سبکی ''اختص بصحبته'' وہ امام شافعی کی صحبت کے ہو کے رہ گئے، اور ان کی تعلیم و تربیت سے اس درجہ فیض یاب ہوئے کہ جب امام شافعی کے سامنے جانشینی کا مسئلہ آیا اس وقت ان کے اہم تلامذہ مزنی، ربیع ابن عبد الحکیم کی موجودگی میں نگاہ انتخاب امام بویطی پر پڑی اور جب امام شافعی کا وقت وصال قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ ان کے حلقہ کی مسند نشینی اور قائم مقامی بویطی کریں گے۔ (تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۶۴)

امام شافعی نے زندگی ہی میں ان کو عملاً اپنا جانشیں مقرر کر دیا تھا، وہ اسطرح کہ مسائل واستفتا کے جواب دینے میں ان سے فرماتے، کہ ان کا جواب تم دو، اکثر مسائل وہ امام بویطی کی جانب منتقل کر دیتے اور ان کے جوابات سے مطمئن ہو کر ان کی تصویب اور تصدیق بھی فرماتے، اس طرح امام بویطی کی فکری و ذہنی تربیت فرما کر اپنا کامل جانشیں بنانا چاہتے تھے، کبھی ان کے حسن استدلال سے متاثر ہو کر فرماتے، ابو یعقوب لسانی بویطی میری زبان ہیں، بویطی کے ہم درس امام ربیع مرادی فرماتے ہیں:

كان ابو يعقوب من الشافعي بمكان مكين ۔

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۰۱)

بویطی کا امام شافعی کے نزدیک اونچا درجہ تھا۔

چنانچہ رجب ۲۰۴ھ میں جب امام شافعی نے رحلت کی، تو بویطی ان کے حلقہ درس کے صدر نشیں بنے وہ قولاً فعلاً امام شافعی کے جانشین ہو گئے۔

اس سلسلے میں ایک معمولی تنازع بھی ہوا، ابن عبد الحکیم جو مالکی عالم تھے، امام شافعی سے فقہ حاصل کر کے شافعی ہو گئے تھے، انہوں نے مسند درس کا استحقاق ظاہر کیا،

اس کشمکش کے موقع پر امام شافعی کے قدیم مکی شاگرد حمیدی موجود تھے، انہوں نے فرمایا "امام شافعی نے مجھ سے خود فرمایا تھا، کہ میری مجلس کا حقدار بویطی سے بڑھ کر کوئی نہیں اور نہ میرے اصحاب میں ان سے زیادہ صاحب علم کوئی ہے" اس پر ابن عبدالحکیم نے کہا، کہ آپ نے غلط بات کہی، تو امام حمیدی نے کہا، "كذبت انت وابوك واملك" غلط بات تو تم نے اور تمہارے باپ ماں نے کہی، اس سخت بات سے ابن عبدالحکیم بہت ناراض ہوئے اور شافعی مسلک کو خیر آباد کہہ کر سابقہ مسلک کی ترویج میں لگ گئے، امام بویطی اپنے استاذ سے حد درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، اور ہمیشہ ان کا ذکر ورد زبان رہتا، وہ اکثر کہا کرتے تھے، کہ میں نے بہتوں کو دیکھا، لیکن بخدا کسی بھی صنف علم میں امام شافعی کے ہم پلہ تو کیا کچھ کم تر بھی نہ پایا، جو لوگ بھی ورع وتقویٰ میں حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سب سے ممتاز میں نے امام شافعی کو پایا۔

(تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۸۵)

وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہم نے امام شافعی کی صحیح قدر تو اس وقت جانی جب اہل عراق کو دیکھا کہ وہ امام صاحب کی خوبیوں کا ذکر اس کثرت اور عقیدت سے کرتے ہیں، کہ ہم اس کا نصف بھی نہیں کرتے۔

جامع عمرو بن عاص میں جہاں امام شافعی درس وتدریس کی مسند کو زینت بخشتے تھے، امام بویطی کا فیضانِ علم اسی رونق سے جاری رہا، دور دراز سے شائقین علم آتے اور امام بویطی کے ہاتھوں امام شافعی کی میراث کی دولت اپنے اپنے علاقوں میں لے جا کر عام کرتے ۲۲۷ھ میں جب واثق باللہ خلیفہ ہوا، تو اس کے حکم پر امام بویطی کو پابند زنجیر وسلاسل کر کے بغداد لایا گیا اور معتزلہ کے برخلاف عقیدہ خلق قرآن قبول نہ کرنے پر قید میں ڈال دیا گیا، جہاں یہ مرد صالح حق گوئی، حق پرستی کی پاداش میں چار سال تک قید وبند کی صعوبتیں اور طوق وسلاسل کی گراں باریاں برداشت کرتا رہا، بالآخر ۲۳۲ھ بروز دوشنبہ طائر روح قفس عنصری سے آزاد ہو گیا اور اس مرد حق پرست نے امام احمد بن حنبل

کے بعد عزیمت وبسالت کی درخشاں مثال قائم کردی اور امام شافعی کی پیشین گوئی حرف بحرف صادق آئی:

اما انت یا ابا یعقوب فستموت فی حدیدك. (طبقات سبکی ج۱ص۲۴۹)

اے ابو یعقوب بویطی! تمہارا وقت موعود آئے گا اور تم بیڑیوں میں ہوگے۔

آپ کے ارشد تلامذہ میں ابراہیم بن اسحاق حربی، محمد بن اسماعیل ترمذی، ابو قاسم احمد بن ابراہیم، قاسم بن ہاشم، قاسم بن مغیرہ، احمد بن منصور ہادی اور امام الائمہ ابن خزیمہ جیسے نامور محدثین وفقہا ہیں۔

علمی جلالت شان کے ساتھ وہ نہایت متقی، پرہیزگار اور عابد شب زندہ دار تھے، ان کا دن درس وتدریس اور اذکار میں گزرتا رات کے وقت وہ قرآن حکیم کی تلاوت کیا کرتے ان کا معمول تھا، کہ روزانہ ایک ختم قرآن کیا کرتے وہ بہت رقیق القلب تھے، اکثر آنسو رواں رہتے۔

(۵) ابو ابراہیم اسماعیل بن یحیٰی مزنی

ابو ابراہیم اسماعیل بن یحیٰی مزنی ۱۷۵ھ میں مصر میں پیدا ہوئے، مصر ان دنوں علم وفضل کا گہوارہ بن چکا تھا، مزنی علما وفضلا کے آستانوں پر جا کر تحصیل علم کر رہے تھے، چنانچہ علی بن معبد، نعیم بن حماد کی خصوصی شاگردی اختیار کی، امام شافعی مصر پہنچے تو ان کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا اور مزنی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کی وابستگی اور تعلق خاطر اس درجہ بڑھا، کہ وہ خصوصی حلقہ نشینوں کے زمرے میں داخل ہو گئے، امام شافعی کے فیض علم نے انہیں کتاب وسنت کے رموز سے واقف اور فقہی بصیرت کا حامل بنا دیا، اجتہاد واستدلال کی نئی راہیں ان پر منکشف ہوئیں اور انہوں نے امام شافعی کے علم واجتہاد کو دور دور تک پھیلا دیا اور نہ صرف مصر بلکہ سارے بلاد اسلامیہ میں فقہ شافعی کی اشاعت وترویج کا عام ذریعہ بن گئے، ان کے بارے میں بجا طور پر کہا جاتا ہے:

اکبر اصحابنا علما واعلم بالمعنی الشافعی الذی مهد

مذهب ولين كلام الشافعي .

وہ ہمارے اصحاب میں علم کے لحاظ سے سب سے برتر اور امام شافعی کے شاگردوں میں عالم ترین شخص تھے، جنہوں نے شافعی مسلک کی راہ ہموار کی اور کلام شافعی کو آسان بنادیا۔

ابن خلکان رقم طراز ہیں:

وهو امام الشافعين واعرفهم بطرقه وفتاواه وماينقله عنه .

وہ شوافع کے امام، شافعی کے فقہی طریقوں، ان کے فتاویٰ اور ان کے منقولات کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

ابتدا ہی میں امام شافعی کو مزنی کی قوت استدلال، صلاحیت، استحضار، دقیقہ سنجی، نکتہ رسی، معاملہ فہمی اور قوت فیصلہ کی فطری اور خداداد صلاحیتوں کا اندازہ ہوگیا تھا اس لیے اپنی ساری توجہ ان کی فقہی صلاحیتوں کی ترویج وترقی پر مرکوز کردی، چار سال کی تعلیم وتربیت کے بعد امام شافعی نے اپنے شاگرد کے بارے میں فرمایا:

هذا لوناظر الشيطان لغلبه وقطعه وهو ناصر مذهبي .

یہ اگر شیطان سے مناظرہ کریں، تو اس پر غالب آجائیں اور اسے ختم کردیں یہ میرے مسلک کے ناصر ومددگار ہیں۔

امام شافعی نے اپنی وفات کے وقت امام مزنی کے بارے میں فرمایا تھا:

يامزني فسيكون لك بمصر هنات وانك تدركن زماناتكون اقيس ذلك الزمان . (طبقات سبکی ج ا ص ۲۳۹)

اے مزنی بہت جلد تمہارے لیے مصر میں خوش گواریاں ہوں گی اور وہ زمانہ ضرور پاؤ گے جس میں تم سب سے بڑے فقیہ ہوگے۔

ربیع کا بیان ہے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔

امام مزنی اپنے محترم استاذ کی علمیت اور جامع کمال شخصیت کے پوری عمر معترف

رہے، کہا کرتے تھے:

لووزن عقل الشافعی بعقل نصف اھل الارض رجح۔

(مرأۃ الجنان ج۲ص۱۹)

اگر امام شافعی کی عقل کو زمین کے آدھے لوگوں کی عقل سے وزن کیا جائے تو امام صاحب کی عقل زیادہ وزنی ثابت ہوگی۔

امام شافعی کے بعد ان کی مجلس درس پر فائز ہوئے، آپ سے کسب علم کرنے والوں کی بہت بڑی تعداد ہے، جن میں انماطی، عبدان بن محمد، ابوبکر فاسی، ابراہیم بلدی، ابن خزیمہ اور طحاوی، زکریا ساجی، ابن حوصہ، ابن ابی حاتم مشہور ہیں۔

آپ محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ بہت بلند پایہ مصنف بھی تھے، ان کی مصنفات میں جامع کبیر، جامع صغیر، مختصر المختصر، المنثور، المسائل المعتبرہ، الترغیب فی العلم، کتاب الوثائق، کتاب العقارب، نہایۃ الاختصار وغیرہ مشہور ہیں۔

مختصر المزنی سب سے اہم کتاب ہے، جو فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں بلند مقام رکھتی ہے، علامہ سبکی فرماتے ہیں:

انہ زینۃ مذھبکم وعمدۃ اصلکم وقائدۃ طریقکم ومؤلکم حین تختلفون ومرجعکم حین تضطربون ومفزعکم حین تضرب امواج الآراء ویتناضل فی محافل الفقھاء۔ (طبقات الکبری ج۱ص۱۱)

یہ کتاب تمہارے مسلک کی زینت، تمہارا بنیادی ستون اور سنگ میل ہے، تمہارے اختلافی مسائل میں تاویل گاہ ہے اور تمہارے پیچیدہ مسائل میں مرجع ہے، جب مختلف راویوں کا ہجوم اور فقہا کی محفلوں میں منازعہ ہو تو تمہارے لیے جائے پناہ ہے۔

اس کتاب کی بہت ساری شرحیں لکھی گئیں۔

۲۶ رمضان المبارک ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔

(۶) ربیع بن سلیمان مرادی

ابو محمد ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار مرادی ۱۷۴ھ میں پیدا ہوئے، بنو مراد سے نسبت ولا کی بنا پر مرادی کہلائے، ان کے خاندان کے لوگ عرصہ دراز سے مصر میں مقیم تھے، اس لیے وہ خالص مصری ہو گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ذوق وشوق کے ساتھ علم حدیث کی تحصیل شروع کی اور مصر کے مقتدر علما و محدثین سے کسب فیض کیا، ان کے اہم شیوخ حدیث عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن یوسف، ایوب بن سوید، یحییٰ بن حسان، اسد بن موسیٰ، بشر بن بکر اور شعیب بن لیث ہیں، ابن وہب سے خصوصی تعلق کی بنا پر صاحب ابن وہب کہلائے، یہ ربیع کی خوش نصیبی ہے کہ ابن وہب جیسے جلیل القدر محدث کی شاگردی حاصل ہوئی۔

ابن وہب کے متذکرہ بالا اساتذہ حدیث وفقہ کے جامع تھے، ان سے تلمذ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ امام مرادی حدیث وفقہ کا ذوق رکھتے تھے اور اپنے دور کے کلامی علما سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف فقہا و محدثین کی درسگاہوں سے واسطہ رکھا یہی وجہ ہے، کہ حدیث وفقہ کی جامعیت ان کے حصے میں آئی، اس میں بھی حدیث کا رنگ غالب تھا، جس نے امام مرادی کے فکر و شعور میں ایسے رجحانات پیدا کیے جو انہیں امام شافعی کے مکتب فکر سے قریب لانے اور ان کے طرز استدلال واجتہاد کو قبول کرنے میں زیادہ معاون اور سازگار ثابت ہوئے۔

۱۹۸ھ میں جب امام شافعی مصر تشریف لائے، تو ربیع عمر کی پختگی اور شعور کامل کے ساتھ دوسرے اہم طلبہ کی صف میں شامل ہو کر امام شافعی کے حلقہ درس سے وابستہ ہو گئے، کہا جاتا ہے، کہ مصر سے پہلے بغداد میں ربیع نے امام شافعی سے ملاقات کی تھی اور ان کے علم وتفقہ سے بے حد متاثر ہوئے تھے، مصر میں ربیع امام شافعی کے سایہ کی طرح ان کے رفیق وقرین رہے، اور وہ جذبۂ اخلاص وعقیدت کے ساتھ امام شافعی کی ہر

خدمت کو اعزاز سمجھتے رہے، خود امام شافعی بھی ان خدمات کے معترف تھے، وہ کہا کرتے تھے، میری جتنی خدمت ربیع نے کی اتنی کسی نے نہیں کی۔

اسی بے لوث خدمت نے انہیں مقام محبوبیت پر فائز کر دیا، امام شافعی نے ایک بار فرمایا:

انت فی حل مالی کله .

تمہیں میرے سارے مال میں اختیار ہے۔

اسی طرح حصول علم کے لیے بھی امام شافعی کا دروازہ ان کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا اور شاگرد کا ذوق علم دیکھ کر امام نے فرمایا تھا، اے ربیع! اگر علم کھلانے والی چیز ہوتی تو میں تمہیں کھلا کر رہتا۔ (انتقاء ص ۹۴)

آپ کے وثوق علم اور قوت حفظ وضبط کی بنا پر امام شافعی نے فرمایا تھا:

الربیع روایتی واحفظ اصحابی . (طبقات کبریٰ، طبقات الفقہاء)

ربیع میرے راوی اور سب شاگردوں سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔

ربیع اگر کچھ دنوں کے لیے حلقہ درس میں حاضر نہ ہوتے تو امام شافعی غیر حاضری کے ایام کے درس کا ان کے لیے اعادہ فرماتے۔

امام شافعی نے رحلت کے وقت امام ربیع کے بارے میں فرمایا تھا:

انت انفعهم لی فی نشر الکتب . (طبقات سبکی ج ۱)

تم ان لوگوں میں میری کتابوں کی نشر واشاعت میں سب سے زیادہ مفید ہوگے۔

امام شافعی کی وفات کے بعد امام بویطی ان کے جانشین ہوئے لیکن مسئلہ خلق قرآن میں انکار خلق قرآن پر قید کر دیا گیا اور پس دیوار زنداں وفات پائی، پھر امام ربیع اس حلقہ درس کے صدر نشیں ہوئے، استاذ کا ادب اس درجہ تھا، کہ ان کی نشستگاہ پر کبھی نہ بیٹھے، وقت کے ساتھ آپ کا حلقہ درس وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا، امام مزنی اپنی

تصانیف اور امام ربیع اپنے درس سے فقہ شافعی کی ترویج واشاعت میں روز افزوں اضافہ کرنے لگے۔

امام نووی فرماتے ہیں:

صارت الرواحل تشتد الیہ من اقطار الارض لسماع کتب الشافعی ۔ (تہذیب الاسماء ج ا ص ۱۸۸)

لوگ دور دراز سے ان کے پاس امام شافعی کی کتابوں کے سماع کے لیے حاضر ہونے لگے۔

محمد بن احمد بغدادی کا بیان ہے، کہ ایک روز ہم امام ربیع کی خدمت میں حاضر تھے، تو ان کے دروازے پر تقریباً نوسو مسافر تھے جو دور دور سے امام شافعی کی کتابوں کی سماعت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ (ایضا)

امام ربیع کی مجلس درس سے ہزاروں افراد نے فیض پایا، آپ کے بعض اہم تلامذہ یہ ہیں:

ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوزرعہ، ابوحاتم، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، ابن خزیمہ، محمد بن جریر طبری، زکریا ساجی، طحاوی، محمد بن زیاد نیشاپوری، ابونعیم، ابوبکر محمد بن احمد خلالی، محمد بن نصر مروزی، ابویعقوب اسفرائنی، نوح بن منصور۔

آپ کی تصانیف میں کتاب الامالی، اور مختصر ربیع کا ذکر جلال الدین سیوطی نے کیا ہے۔

شوال ۲۷۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(۷) حرملہ بن یحییٰ

امام ابوحفص حرملہ بن یحییٰ تجیبی مصری ۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے جد امجد حرملہ بن عمران جلیل القدر تبع تابعی تھے، امام حرملہ کو قدرت نے قوی حافظہ، فہم وشعور اور ذوق علم کا ملکہ ودیعت فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے اساطین علم سے کسب

فیض کیا، جن میں عبداللہ بن وہب، ایوب بن سوید، بشر بن بکر تنیسی اور ابوعبداللہ شافعی ہیں، آپ نے ابن وہب سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی تھیں، وجہ یہ ہوئی کہ عبداللہ بن وہب کو مصر کے عہدہ قضا کی پیش کش کی گئی جسے وہ ناپسند کرتے تھے، حاکم اور عوام سے بچنے کے لیے وہ ڈیڑھ سال تک امام حرملہ کے گھر میں روپوش رہے، یہ سنہرا موقع تھا، جس سے حرملہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان سے ایک لاکھ حدیثیں سن کر املا کیں اور وہ ابن وہب کی روایتوں کے سب سے بڑے ناقل وراوی بن گئے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں، مصر میں ایک بزرگ حرملہ رہتے ہیں، جو ابن وہب کی احادیث سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۵۷)

ابوعمرو کندی کا قول ہے، مصر میں ابن وہب سے لکھنے والا ان (حرملہ) سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ (ایضا)

احمد بن صالح مصری کا بیان ہے، ابن وہب نے ایک لاکھ بیس ہزار حدیثوں کی تدوین کی ان میں سے نصف میرے پاس ہیں اور امام حرملہ کے پاس وہ سارا ذخیرہ موجود ہے۔ (طبقات ابن شیبہ ج۱ص۱۱)

امام شافعی جب مصر تشریف لائے حرملہ ان کے دامن فضل وکمال سے وابستہ ہوگئے اور شیخ کی تعلیم وتربیت نے انہیں فقہ وفتاوی کا رمزشناس بنادیا اور جلیل القدر محدث ہونے کے باوصف ان کا شمار عظیم فقہائے شافعیہ میں ہوتا ہے، انہوں نے فقہ شافعی میں ایسے مباحث اور مسائل نقل کیے ہیں جن کو امام ربیع مرادی نے بھی بیان نہیں کیا تھا، بعض رسالے ایسے ہیں جن کی امام شافعی سے سماعت میں وہ اور امام ربیع شریک ہیں، مگر روایت میں امام حرملہ منفرد ہیں۔ (طبقات کبری ج۲ص۱۳۱)

امام شافعی کے انتقال کے بعد جب عبدالعزیز بن عمران مصری امام حرملہ کے پاس گئے تو انہوں نے ان کے پاس امام شافعی کی ساری کتابیں دیکھیں جو تعداد میں ستر

کے قریب تھیں ان میں سے بعض رسالے ایسے بھی تھے، جو امام شافعی کے اقوال پر مشتمل نہیں تھے، لیکن وہ ان کے آراوافکار کے مطابق تھے، امام حرملہ نے ان کتابوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہی میرا سرمایہ ہیں، ان میں سے کچھ کتابوں کی تو میں نے خود سماعت کی ہے اور بعض کو اور طرح سے حاصل کیا ہے۔ (تہذیب ج۲ص۲۳۰)

امام حرملہ سے کسب فیض کرنے والوں کی ایک بڑی تعدا ہے ان میں امام مسلم، امام ابن ماجہ، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی، حسن بن سفیان قزوینی، بقی بن مخلد، ابن قتیبہ عسقلانی مشہور ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۵۷)

آپ نے المبسوط اور المختصر تصنیف فرمائی، امام شافعی سے جو کتابیں اور رسالے نقل کیے ہیں، ان میں کتاب الشروط، کتاب السنن، کتاب الابل والغنم اور کتاب الشجاع وغیرہ ہیں۔

آپ کا وصال بمقام مصر ۲۴ر شوال ۲۴۳ھ میں ہوا۔

(۸) امام یونس بن عبدالاعلی

ابوموسیٰ یونس بن عبدالاعلی بن موسیٰ صدفی ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے، انہوں نے اپنے وقت کے ائمہ حدیث وفقہ اور قرا سے حدیث وفقہ اور قرأت وتجوید کا علم حاصل کیا، ان میں سفیان بن عیینہ، ولید بن مسلم، ابن وہب، معن بن عیسیٰ، ابوضمرہ، امام شافعی، ورش مشہور ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۲ص۳۸۲)

امام صدفی نے حدیث وفقہ کے ساتھ علم قرأت میں بھی کمال حاصل کیا تھا، قرأت نافع انہیں سے ماخوذ ہے، جس کو انہوں نے امام تجوید ورش سے حاصل کیا تھا، امام ورش کے علاوہ مقلاب بن شیبہ، علی بن وحیہ، نافع اور علی بن اکشبہ اور قالون سے بھی علوم قرأت کی تحصیل کی، قرأۃ حمزہ بھی ان سے نقل کی ہے۔

(وفیات الاعیان ج۳ص۴۸)

امام صدفی سے روایت کرنے والوں میں امام مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابوبکر بن زیاد، ابن ابی حاتم، ابوطاہر مدینی مشہور ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۳۸۲)

آپ کی جلالت شان کا اعتراف اکابر ملت نے کیا ہے:

☆ امام شافعی:۔ میں نے مصر میں یونس سے زیادہ عقلمند کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

☆ یحییٰ بن حسان:۔ یہ اسلام کا ایک رکن ہیں۔

☆ ابوحاتم ونسائی:۔ ثقہ ہیں۔ (ایضا)

امام یونس صدفی علم وفضل کے ساتھ زہد وورع اور عبادت وتقویٰ میں بھی امتیازی شان رکھتے تھے، ابن خلکان نے کثیر الورع متین الدین لکھا ہے۔

ابن حجر نے عارف عالم، متقی، فاضل، شریف، اور عاقل کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

امام صدفی نے امام شافعی کے متعدد فقہی آرا کو نقل کیا ہے۔

ان کی وفات ربیع الثانی ۲۶۴ھ میں بمقام مصر ہوئی۔

شمائل وخصائل

مبدأ فیاض نے امام شافعی کو حسن صورت، حسن سیرت، بے پناہ فہم وفراست اور شعور ودانش، اخلاص، ایثار، صبر وقناعت، توکل واستغنا، زہد وورع، خشیت الٰہی اور حب رسول کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا۔

ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں:

لقد آتی اللہ الشافعی حظا من المواھب یجعلہ فی الذروۃ الاولی من قادۃ الفکر وزعماء الآراء ۔ (الشافعی ص ۳۴)

اللہ تعالیٰ نے امام شافعی کو ایسے مواہب عطا کیے تھے، جنھوں نے ان کو قائدین فکر اور زعمائے عقل ودانش کی سب سے بلند چوٹی پر فائز کردیا تھا۔

حلیہ

آپ دراز قد، موزوں اندام، گورے، خوبصورت، بارعب آدمی تھے، ہاتھ بہت لمبے، پیشانی کشادہ، بھویں ابھری ہوئیں، دانت چھوٹے کشادہ، ناک لمبی، عارض ابھرے ہوئے نہ تھے، ڈاڑھی متوسط، عمر کے آخر میں مہدی کا خضاب استعمال کرتے تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

کان الشافعی طویلا نبیلا جسیما یخضب بالحناء خفیف العارض قال المزنی مارایت احسن وجھا من الشافعی وکان ربما قبض علی لحیتہ فلا تفضل عن قبضتہ ۔

فصاحت وبلاغت کے ساتھ قدرت نے حسن صوت کی دولت سے بھی بہرہ مند فرمایا تھا، آپ کی آواز میں بے پناہ کشش اور تاثیر تھی، جب بولتے منہ سے پھول جھڑتے، کچھ پڑھتے تو سننے والا ہمہ تن گوش ہو جاتا اور کیفیت الحان میں ڈوب جاتا، خواہش ہوتی، کہ شافعی پڑھتے رہیں اور وہ ان کے حسن صوت سے محظوظ ہوتا رہے۔

امام مالک کی بارگاہ میں حاضر ہو کر موطا کی قرأت کی تو مالک آپ کی آواز کی تاثیر اور حسن ادا کی وجہ سے قرات سننے میں منہمک رہے۔ (الشافعی ص ۴۴)

جب آپ قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، تو سامعین پر اس درجہ رقت طاری ہوتی، کہ وہ بے اختیار ہو کر گریہ وبکا کرنے لگتے۔

بحر بن نصر بیان کرتے ہیں:

كنا اذا اردنا ان نبكی قلنا بعضنا لبعض قوموا بنا الى هذا الفتي المطلبی نقرأ القرآن فاذا اتيناه استفتح القرآن حتى يتساقط الناس بين يديه ويكثر عجيجهم بالبكاء فاذا راى ذلك امسك عن القرأة من حسن صوته ۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶۴)

جب ہم رونے کی خواہش کرتے، تو ہم میں بعض بعض سے کہتا، تم لوگ اس مطلبی جوان شافعی کے پاس چلو، ہم قرآن کی تلاوت کریں، جب ہم ان کے پاس آتے، وہ قرآن کی تلاوت شروع کرتے یہاں تک کہ لوگ ان کے سامنے گر جاتے اور ان کی گریہ وزاری کا شور بڑھ جاتا، جب ان کی یہ حالت دیکھتے خوش الحانی کے ساتھ قرأت بند کر دیتے۔

ابو الولید بن جارود کا بیان ہے:

مارايت احدا الا وكتبه اكثر من مشاهدته الا الشافعی فان لسانه كان اكثر من كتابه ۔

میں نے سب کو دیکھا، کہ اس کی کتاب اس کے مشافہہ سے بڑھ کر ہے، مگر شافعی کہ ان کی زبان ان کی کتاب سے بڑھ کر ہے۔

جب امام شافعی کی کتابیں جودت تعبیر اور فکر کی حسن تصویر کے لحاظ سے احسن اور اجود تھیں تو ان کے بالمشافہ کلام کا کیا حال ہوگا، جو عبارت میں بلند، اشارے میں مکمل، ادائیگی میں اقوی اور بیان میں فصیح ہے۔ ان کی جودت بیان اور ندرت ادا کو دیکھتے ہوئے ابن راہویہ نے ''خطیب العلماء'' کا خطاب عطا فرمایا۔

فہم وفراست

خدائے علیم وقدیر نے امام شافعی کو ذہانت وفراست کا کمال عطا فرمایا تھا، جودت فکر، شعور عقل، بصیرت ودانائی اوج کمال پر تھی۔ آپ کی فہم ودانش، عقل وآگہی پر علمائے ملت کا اتفاق ہے۔

☆ ابوعبید:۔ ''مارایت رجلا اعقل من الشافعی'' میں نے شافعی سے زیادہ عقلمند آدمی نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۲۵)

☆ یحییٰ بن سعید:۔ ''مارایت اعقل ولا افقه من الشافعی وانا ادعو الله له اخصه به وحده فی کل صلوۃ'' میں نے امام شافعی سے بڑھ کر عقلمند اور فقیہ نہیں دیکھا اور میں ہر نماز میں خاص طور پر ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔

☆ اسحاق بن راہویہ سے پوچھا گیا، امام شافعی نے یہ کتابیں کیسے لکھیں، جب کہ ان کی عمر کم تھی، انہوں نے جواب دیا ''جمع الله تعالیٰ له عقله لقلة عمره'' اللہ تعالیٰ نے ان کو قلت عمر کے باوجود عقل کامل عطا فرمائی تھی۔ (ایضا)

☆ ہارون بن سعید ایلی:۔ اگر شافعی پتھر کے ان ستونوں کو لکڑی کا ثابت کرنا چاہیں، تو کر سکتے ہیں۔ (ترتیب المدارک ج۱ ص ۳۸۶)

☆ یونس بن عبدالاعلی:۔ ''لو جمعت امة ماوسعهم عقل الشافعی'' اگر تمام لوگوں کی عقل شافعی کی عقل میں ضم کر دی جائے، تو لوگوں کی عقل کا پتہ نہ

چلے۔ (تاریخ ذہبی ص ۳۱۴)

امام شافعی کی زندگی کے بہت سے واقعات ہیں، جن سے ان کی عقل وشعور کا تفوق اور مومنانہ فراست جھلکتی ہے۔

امام حمیدی فرماتے ہیں، کہ میں اور امام شافعی مکہ سے باہر گئے ابطح میں ہم کو ایک شخص ملا میں نے امام شافعی سے کہا، کہ آپ فراست سے بتایئے، کہ اس شخص کا ذریعہ معاش کیا ہے، آپ نے فرمایا، کہ یہ شخص بڑھئی یا درزی معلوم ہوتا ہے، میں نے اس شخص سے جا کر دریافت کیا کہ تم کام کیا کرتے ہو، اس نے کہا، کہ میں پہلے بڑھئی کا کام کرتا تھا، اب درزی کا کام کر رہا ہوں۔

امام شافعی اور امام محمد مسجد حرام میں تھے، ایک شخص حرم میں داخل ہوا، امام محمد نے کہا، میں فراست سے پہچانتا ہوں وہ (نجار) بڑھئی ہے اور امام شافعی نے دیکھ کر کہا کہ میرے خیال میں وہ (حداد) لوہار ہے، دونوں نے اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا میں پہلے حداد تھا اور اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں۔

ربیع کہتے ہیں، جامع مسجد میں میرا بھائی امام شافعی کے سامنے سے گزرا تو امام شافعی نے فرمایا، ربیع! یہ تو تمہارا بھائی ہے، میں نے کہا جی ہاں! حالاں کہ اس سے پہلے آپ نے کبھی میرے بھائی کو نہیں دیکھا تھا۔

امام بیہقی نے مزنی سے روایت کی ہے، کہ میں جامع مسجد میں امام شافعی کے ساتھ تھا اتفاقاً ایک شخص آیا اور وہ سوئے ہوئے آدمیوں میں سے کسی کو تلاش کر رہا تھا، امام شافعی نے ربیع سے فرمایا، کہ آپ جایئے اور اس تلاش کرنے والے سے کہیے کہ تمہارا حبشی غلام جس کی آنکھ خراب ہے، گم ہو گیا ہے؟ ربیع نے اس شخص سے کہا، وہ شخص ربیع کے ساتھ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا بتایئے، میرا غلام کہاں؟ آپ نے فرمایا، وہ تو قید خانہ میں ہے، وہ قید خانہ پہنچا، تو واقعی وہاں مل گیا، مزنی نے امام شافعی سے عرض کیا، آپ نے تو ہم کو تعجب میں ڈال دیا، فرمایئے کہ یہ کیا قصہ ہے، آپ نے فرمایا، کہ جب یہ ڈھونڈنے والا مسجد میں

آیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ کسی بھاگے ہوئے کو ڈھونڈ رہا ہے، پھر یہ اس حصہ مسجد میں گیا جہاں سیاہ فام حبشی سو رہے تھے، میں نے بغور دیکھا، کہ یہ بائیں آنکھ والوں پر گہری نظر ڈال رہا ہے، اس لیے میں نے سمجھ لیا کہ اس کا بائیں آنکھ کے عیب والا کالا غلام بھاگا ہے، مزنی نے ان باتوں کو سن کر آپ سے پوچھا، کہ یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ جیل خانہ میں ہے، فرمایا، یہ میرا تجربہ ہے، کہ جب غلام بھوکا ہوتا ہے، تو چوری کرتا ہے، اگر پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو زنا کرتا ہے، اس لیے میں نے سمجھ لیا کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک ضرور ہے۔ چنانچہ یہی واقعہ نکلا۔

آپ کی والدہ ماجدہ نہایت امانت دار تھیں، اکثر لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھواتے تھے، ایک دفعہ دو اشخاص نے کپڑوں سے بھرا ہوا ایک صندوق آپ کے پاس بطور امانت رکھوادیا، کچھ دنوں کے بعد ایک شخص آکر صندوق لے گیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد دوسرے شخص نے آکر صندوق طلب کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھی کو دے چکی ہوں، وہ آکر لے گیا ہے اس نے کہا، کہ جب ہم دونوں نے رکھوایا تھا، تو پھر تم نے میری غیر موجودگی میں اسے کیسے دے دیا، یہ سن کر آپ کی والدہ کو بہت ندامت ہوئی، اسی وقت امام شافعی گھر آئے اور والدہ نے سارے حالات بیان کر دیے، اس پر آپ نے فرمایا، کہ اے شخص! تمہارا صندوق موجود ہے، لیکن تم اکیلے کیسے آئے ہو، تم اپنے ساتھی کو لاؤ اور امانت لے جاؤ یہ جواب سن کر وہ حیران ہو گیا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید اور اس کی بیوی زبیدہ میں کسی بات پر تکرار ہوگئی زبیدہ نے ہارون سے کہا تم جہنمی ہو، اس پر ہارون رشید نے کہا، کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تجھ پر طلاق یہ کہہ کر ہارون اور زبیدہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، دل پر بڑا ملال رہا اور علما کو بلا کر مسئلہ دریافت کیا، کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی ؟ اور علما تردد میں تھے، کہ کس طرح خلیفہ کو جنتی یا جہنمی قرار دیں، بالآخر کسی نے بھی جواب نہیں دیا، امام شافعی کم سنی کے باوجود ان علما کے ساتھ تشریف رکھتے تھے، چنانچہ آپ نے فرمایا، اگر اجازت ہو تو میں اس کا

جواب دوں، اجازت ملنے کے بعد آپ نے خلیفہ سے فرمایا، کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی، خلیفہ نے فرمایا مجھے آپ کی ضرورت ہے، آپ نے فرمایا کہ تم تخت سے اتر کر نیچے آجاؤ، کیوں کہ علما کا مرتبہ تم سے بلند تر ہے، چنانچہ ہارون نے نیچے اتر کر آپ کو تخت پر بٹھایا، پھر آپ نے ہارون سے سوال کیا کہ کیا تمہیں کبھی ایسا بھی موقع ملا ہے، کہ تم گناہ پر قادر ہونے کے باوجود محض خوف الٰہی سے باز رہے، تو ہارون نے قسم کھا کر کہا، ہاں ایسے مواقع بھی آئے ہیں تو اس پر امام شافعی نے فرمایا کہ تم جنتی ہو، اس پر علما نے دلیل طلب کی تو آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هي الماوىٰ'' جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرے اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا رہے اس کا ٹھکانہ جنت ہے، یہ جواب سن کر علما نے بہت تعریف کی اور فرمایا، کہ جس کا کم سنی میں یہ عالم ہو تو خدا جانے جوانی میں اس کے کیا مراتب ہوں گے۔

امام حمیدی روایت کرتے ہیں، میں نے امام شافعی سے سنا، میں کتب فراست کی تلاش میں یمن گیا، یہاں تک کہ اس فن کی کتابیں لکھیں اور جمع کیں اور میں ان کتابوں کو لے کر واپس آیا، دوران سفر ایک آدمی ملا، جس کی آنکھیں نیلی، پیشانی ابھری ہوئی اور اصلا ڈاڑھی کے بال نہ تھے، میں نے اس سے پوچھا، کیا رات گزارنے کے لیے کوئی مکان ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، جب کہ اس کے صفات علم قیافہ کی رو سے خبیث ترین شخص پر دلالت کرتے تھے، اس نے مجھے اپنے مکان میں ٹھہرایا، میں نے دیکھا، کہ وہ بہت نیک انسان ہے، میرے لیے رات کا کھانا لایا اور خوشبو پیش کیا، میرے جانور کو چارا دیا، سونے کے لیے گدا اور لحاف دیا، میں رات بھر سوچتا رہا، کہ فراست وقیافہ کی ان کتابوں کو کیا کروں، جب کہ میں اس آدمی میں عملاً یہ عمدہ صفات دیکھ رہا ہوں، میں نے فیصلہ کیا، ان کتابوں کو ضائع کر دوں گا، جب صبح ہوئی، میں نے غلام سے کہا، زین لگاؤ، اس نے زین درست کی اور میں گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پاس گیا اور اس سے کہا،

جب تم مکہ آ ؤ اور ذی طوی میں پہنچو، تو محمد بن ادریس شافعی کے یہاں ٹھہرو، اس شخص نے مجھ سے کہا، کیا میں تمہارے باپ کا غلام ہوں؟ میں نے کہا، نہیں! اس نے کہا، کیا میرے پاس تیرا کچھ مال ہے؟ میں نے کہا، نہیں، پھر اس نے کہا، گزشتہ رات میں نے تمہارے قیام وطعام کے تکلفات کس لیے کیے؟ میں نے کہا، وہ تکلفات کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا، میں نے تمہارے لیے دو درہم میں کھانا اور دو درہم میں شوربا خریدا، تین درہم، عطر اور تیرے گھوڑے کے لیے دو درہم کا چارہ اور گدے اور لحاف کا کرایہ دو درہم میں نے کہا، اے غلام! اسے گیارہ درہم دے دو، پھر پوچھا کیا کچھ اور باقی رہ گیا ہے، کہا گھر کا کرایہ کہ میں نے تمہارے لیے گنجائش پیدا کی اور خود تنگی میں رہا، تو میں ان کتابوں پر اپنے دل میں رشک کرنے لگا پھر میں نے پوچھا، اس کے بعد بھی کچھ باقی رہ گیا ہے اس نے کہا جاؤ اللہ تم کو رسوا کرے اس لیے کہ میں نے تم سے زیادہ برا شخص کسی کو نہیں دیکھا۔

(آداب ومناقب الشافعی ص ۱۳۰-۱۲۹)

امام شافعی کا قیافہ اس بدذات شخص کے حق میں درست نکلا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله" 'مومن کی فراست سے ڈرو اس لیے کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے، یہی فراست امام شافعی کو ودیعت ہوئی تھی اور آپ اپنے نور باطن سے حقیقت حال دریافت کرلیا کرتے تھے۔

خلوص وللّٰہیت

جملہ مکارم اخلاق کی بنیاد اخلاص وللّٰہیت ہے، خلوص نیت کے بغیر ہر عمل رائیگاں اور ہر کوشش بے سود ہے، امام شافعی اخلاص وللّٰہیت کا پیکر تھے، ان کا ہر عمل دنیاوی آلودگی اور حرص وطمع سے پاک تھا، کیوں کہ وہ حق ومعرفت کی طلب میں حد درجہ مخلص تھے، حقائق تک رسائی میں صادق النظر تھے، انہوں نے صرف اللہ کے لیے علم حاصل کیا تھا اور اس کی طلب میں صراط مستقیم پر گامزن ہوئے، حقائق کی تلاش میں جو شخص مخلص ہوتا ہے،

اس کے قلب میں نور معرفت ڈال دیا جاتا ہے اور اس کا نفس صافی ہو جاتا ہے اس پر اشیا کی حقیقتیں روشن ہو جاتی ہیں، وہ عقل سلیم اور فکر مستقیم کا مالک ہو جاتا ہے، پھر اس کی زبان وقلم سے صادق التعبیر اور مستقیم الفکر باتیں نکلتی ہیں اور اس کی رائے قوی اور تعبیر غلطیوں سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

امام شافعی کا یہ اخلاص پوری زندگی کے تمام ادوار میں ان کے اعمال وافکار کا احاطہ کیے ہوئے ہے، یہی اخلاص اور للّٰہیت ان کے اندر جرأت ایمانی اور قوت فیصلہ عطا کرتی ہے، جب ان کی رائے دوسرے فقہا کے افکار وخیالات سے متصادم ہوتی ہے، تو ایسی صورت میں وہ اپنی رائے کا اعلان پوری جرأت وبے باکی کے ساتھ کرتے ہیں۔

امام مالک کی علمی جلالت وعظمت اور احترام وعقیدت کے باوجود بعض مقامات پر ان کی فقہی آرا سے اختلاف کیا اور اپنے استاذ امام محمد بن حسن شیبانی سے مسائل فقہیہ میں بحث ومناظرہ کیا۔

توکل وقناعت

امام شافعی کا دامن اخلاق حرص وطمع کے غبار سے کبھی آلودہ نہیں ہوا، انہوں نے جاہ ومنصب اور زر ومال کی طمع میں عزت نفس کا کبھی سودا نہیں کیا، وہ ایک مخلص اور بے لوث معلم اور مجتہد کی شان استغنا کے ساتھ زندگی کے لیل ونہار بسر کرتے رہے، کبھی مرفہ الحالی اور کثرت مال کی تمنا نہیں کی، جو میسر آیا، اس پر صبر وشکر کے ساتھ زندگی بسر کی، فرماتے ہیں:

ما شبعت منذ ست عشرة سنة الا مرة لان الشبع يثقل البدن و يزيل الفطنة ويجلب النوم ويضعف عن العبادة .

(تاریخ ذہبی ج ۲ ص ۳۲۲)

میں نے سولہ سال سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اس لیے کہ پیٹ بھر کھانا بدن کو بوجھل بناتا ہے اور دل کو سخت کر دیتا ہے، ذہانت کو ختم

کر دیتا ہے، نیند کو لاتا ہے، آدمی کو عبادت میں سست کر دیتا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں، میں نے بیس سال سے پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا، میں نے طمع و لالچ کو کبھی پاس نہ آنے دیا اس کی بدولت مجھے ہمیشہ آرام ملا اور اسی وجہ سے ہمیشہ میری عزت ذلت سے محفوظ رہی۔

فرمایا کرتے تھے، حرص و طمع وہ برائی ہے، جس سے نفس کی دنائت پوری طرح ظاہر ہوتی ہے، خصوصاً ایسی حرص جس میں بخل کی آمیزش بھی ہو اسی کو "شح" کہتے ہیں، قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اس کی مذمت آئی ہے، خانگی زندگی کی ناگواری زیادہ تر اسی وجہ سے ہوتی ہے، کہ گھر کا مالک زیادہ نہیں چاہتا اور گھر کے لوگ زیادہ مانگتے ہیں، شوہروں کو مال سے محبت ہوتی ہے اور بیویاں لالچ سے زیادہ مانگتی ہیں، اس سے خانگی تعلقات میں کشمکش ہو جاتی ہے اور گھر روحانی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

فرماتے تھے، قرآن کی اس آیت کو اچھی طرح سمجھو، جس میں مسلمانوں کا وصف یہ ہے، کہ دوسروں کی ضرورت اپنی ضرورت پر مقدم رکھتے ہیں:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (حشر)

اور اپنے اوپر (اوروں کو) مقدم رکھتے ہیں، اگر چہ خود ان کی ضرورت ہو اور جنہیں دل کی لالچ سے بچایا گیا وہی کامیاب ہیں۔

ہارون رشید نے آپ کو عہدہ قضا کی پیش کش کی، فرمایا، مجھے تو اس عہدے سے معاف ہی رکھیے۔

قناعت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

من رضي بالقنوع زال عنه الخضوع۔

جو شخص قناعت پر راضی رہے، تو اس کو دوسروں کے سامنے عاجزی کی ضرورت نہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

افلست ثلاث مرات فکنت ابیع قلیلی و کثیری حتی حلی ابنتی و زوجتی و لم ارھن قط . (تاریخ ذہبی ج۲ص۳۲۲)

میں تین مرتبہ مفلس ہوا، میں اپنا چھوٹا بڑا مال بیچ دیا کرتا تھا، یہاں تک کہ اپنی بیٹی اور بیوی کے زیورات بھی بیچ دیا کرتا تھا، مگر کبھی رہن نہیں رکھا۔

اس سے معلوم ہوا، کہ سخت سے سخت ضرورت پر بھی آپ نے قرض لینا گوارہ نہ کیا۔

سخاوت

جودوسخا کتاب اخلاق کا درخشندہ باب ہے، امام شافعی اس وصف میں امتیازی شان رکھتے تھے، وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے، فیاضی کا یہ وصف انہیں کبھی بالکل تہی دست کر دیتا، مگر ان کی پیشانی پر شکن تک نہ آتی، ابوثور کا بیان ہے:

ما کان الشافعی یمسك الشیٔ من سماحته .

(تاریخ ذہبی ج۲ص۳۲۳)

امام شافعی اپنی سخاوت وفیاضی سے کچھ نہیں روکتے تھے، یعنی سب کچھ خرچ کر دیتے۔

امام شافعی طلب کرنے والوں کو ان کی ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا کرتے تھے، ربیع کا بیان ہے، ایک شخص نے امام شافعی کو ایک رقعہ دیا، جس میں لکھا ہوا تھا: میں بقال ہوں، میرے پاس صرف ایک درہم ہے اور میں نے شادی کی ہے، لہٰذا آپ میری امداد کریں، امام نے مجھ سے کہا، اسے تیس دینار دے دو اور میری طرف سے معذرت طلب کرلو، میں نے عرض کیا، اس کے لیے دس درہم ہی کافی ہیں، تو آپ نے فرمایا "ویحك اعطیه" "تم پر افسوس ہے اسے دے دو۔ (ایضا)

اگر کوئی شخص امام شافعی کو محبت وعقیدت سے نذرانہ پیش کرتا تو اس کو رد نہیں کرتے تھے، تاہم فیاضی طبع کی بنا پر اس کو پاس رکھتے بھی نہیں تھے، بارہا ایسا ہوا کہ خلیفہ ہارون رشید کی دعوت پر دربار میں گئے، اس نے اشرفیوں کی تھیلیاں نذر کیں اور آپ واپسی میں دونوں ہاتھوں سے ان اشرفیوں کو تقسیم کرتے ہوئے چلے گئے، یہاں تک کہ جب گھر پہنچتے، تو آپ کے پاس اس نذرانے میں سے ایک درہم بھی نہیں رہتا تھا۔

حمیدی کہتے ہیں:

قدم علينا الشافعي من صنعاء فضربت له الخنيمة ومعه عشرة آلاف دينار فجاء قوم فسالوه فلما قلعت الخنيمة وما معه منها شيء۔ (ذہبی ج ۲ ص ۳۴۴)

امام شافعی جب صنعا سے مکہ مکرمہ میں آئے تو آپ کے پاس دس ہزار دینار تھے، آپ نے ایک جگہ خیمہ نصب کر کے قیام فرمایا، لوگوں کو پتہ چلا تو مختلف اطراف سے بے شمار لوگ ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، جن میں بہت سے لوگ ضرورت مند بھی تھے، حمیدی کہتے ہیں، کہ جب آپ لوگوں کی ملاقات سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس ایک دینار بھی باقی نہیں رہا تھا۔

ربیع کہتے ہیں، کہ ایک روز امام شافعی کے پاس صرف ایک دینار تھا اور ان کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی ضرورت بیان کی آپ نے وہ دینار اٹھا کر اسے دے دیا، حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا، آپ اس شخص کو ایک یا دو درہم دے دیتے اور باقی اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیتے فرمایا، مجھ سے کوئی شخص ایسی کسی چیز کا سوال کرے جو میرے پاس ہو اور میں اس کو نہ دوں مجھے اس سے شرم آتی ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۳۰)

مزنی کہتے ہیں، کہ میں نے امام شافعی سے بڑھ کر کوئی فیاض شخص نہیں دیکھا،

ایک شب میں ان کے ساتھ مسجد سے ان کے گھر تک آیا، میں کسی شرعی مسئلہ میں ان سے گفتگو کر رہا تھا، اتنے میں ایک غلام آیا اور کہنے لگا، میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ تھیلی نذر کی ہے، آپ نے وہ تھیلی رکھ لی تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اور اس نے کہا، میری بیوی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، آپ نے وہ تھیلی اٹھا کر اسے دے دی۔ (ایضاً ص ۱۳۲)

یحییٰ بن علی امام شافعی سے روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے تھے، کہ کرم اور سخاوت دنیا اور آخرت میں انسان کے عیوب کی پردہ پوشی کرتے ہیں، مگر یہ کہ وہ شخص کسی گمراہی کا شکار ہو جائے۔ العیاذ باللہ (ایضاً ص ۱۳۵)

امام شافعی کہتے ہیں، ہرثمہ میرے پاس آیا اور امیر المومنین کا سلام پیش کیا اور کہا "قد امر لك بخمسة آلاف دينار" امیر نے آپ کے لیے پانچ ہزار دینار کا حکم فرمایا ہے، راوی کا بیان ہے، آپ کے پاس وہ دینار لائے گئے، حجام کو بلایا، اس نے آپ کے بال بنائے تو اسے پچاس دینار دے دیے، مابقیہ کو مختلف تھیلیوں میں رکھا اور انہیں قریشیوں میں تقسیم کر دیا، یہاں تک کہ آپ کے پاس سو دینار باقی بچے۔

(تاریخ ذہبی ج ۲، ص ۳۲۴)

ربیع کا بیان ہے، ایک بار دراز گوش پر سوار ہو کر امام شافعی موچیوں کے محلے سے گزرے، آپ کا کوڑا گر گیا تو ایک لڑکے نے اسے اٹھایا اور کوڑے کو اپنی آستین سے پونچھا اور امام صاحب کو دے دیا، آپ نے اپنے غلام سے فرمایا "اعطيه تلك الدنانير" یہ بچے ہوئے دینار اس بچے کو دے دو، ربیع کہتے ہیں، مجھے معلوم نہیں وہ دینار نو تھے یا سات۔ (ایضاً ص ۳۲۳)

ربیع کہتے ہیں، میں نے شادی کی تو امام شافعی نے پوچھا تم نے مہر کتنا رکھا؟ میں نے عرض کیا تیس دینار جن میں چھ دینار ادا کر دیا تو انہوں نے مجھے چوبیس دینار دیے۔

(ایضاً ص ۳۲۴)

ایک شخص نے آپ کے کرتے کا تسمہ درست کیا تو اس کو ایک دینار دیا اور معذرت کی کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

جب کوئی شخص سوال کرتا اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا، تو ان کا چہرہ مارے شرم کے متغیر ہو جاتا۔

ایک مرتبہ حمام میں غسل کے لیے گئے تو اس کے مالک کو بہت سا مال دے دیا۔

(ترتیب المدارک ج ۱ ص ۳۹۱)

ابن عبدالحکم فرماتے ہیں ''کان الشافعی اسخی الناس بمایجد'' امام شافعی مال خرچ کرنے میں سب سے سخی تھے۔ (ذہبی ج ۲، ص ۳۲۴)

تواضع

فرماتے تھے کہ تواضع کا حکم اس لیے دیا گیا ہے، تاکہ کوئی شخص اپنی قوت و دولت کا بیجا استعمال نہ کرنے پائے، جس سے غریبوں اور غیر مستطیع لوگوں کا دل دکھے، چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، خدا نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ خاکساری اختیار کروں تاکہ کوئی شخص کسی پر ظلم نہ کر سکے اور کسی کو کسی کے مقابلہ میں فخر کرنے کی جرأت نہ پیدا ہو، تواضع کا مقصد معاشرتی زندگی میں خوش گوار لطافت پیدا کرنا ہے۔

آپ نے اپنے دوستوں اور شاگردوں کی تواضع کے لیے ایک کنیز کو مقرر کر رکھا تھا وہ حلوا بنانے میں کمال رکھتی تھی، آپ اس سے حلوا بنوا کر اکثر و بیشتر ملنے جلنے والوں کو کھلاتے اور انتہائی محبت آمیز لہجہ سے گفتگو فرماتے، احباب کو کھلا کر بہت خوش ہوتے تھے۔

ربیع کہتے ہیں:

دخلت علیه وهو مریض فذکر ما وضع من کتبه لوددت
ان الخلق تعلمه لم ینسب الی منه شیٔ ابدا

(مناقب الشافعی للرازی ص ۹۱)

میں امام شافعی کے پاس حاضر ہوا، وہ مریض تھے، ان کی کتابوں کا ذکر کیا گیا تو فرمایا، میں چاہتا ہوں، کہ لوگ انہیں پڑھیں اور ان میں سے کچھ میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔

حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں:

سمعت الشافعی یقول وددت ان کل علم اعلمه تعلمه الناس اوجر علیه ولا یحمدونی ۔ (ایضاً ص ۹۲)

میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا، میں چاہتا ہوں کہ ہر علم جو میں جانتا ہوں لوگ اسے سیکھیں، اس پر مجھے اجر ملے گا اور لوگ میری تعریف نہ کریں۔

امام صاحب کے رشتہ دار ابو محمد اپنی ماں کے حوالے سے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں، محمد بن ادریس شافعی دن کے وقت سوئے ہوئے تھے، کہ ان کے پاس ہماری دایہ پہنچی، جس کے ساتھ دودھ پینے والا بچہ تھا، وہ بیٹھ کر میری عثمانی ماں سے گفتگو کرنے لگی، اثنائے گفتگو بچہ رونے لگا، دایہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں امام شافعی بیدار نہ ہو جائیں، جس کی وجہ سے اس نے اپنا ہاتھ بچہ کے منہ پر رکھ دیا اور فوراً وہاں سے نکل پڑی، مگر دروازے تک پہنچنے سے پہلے ہی بچہ مضطرب ہو گیا میری ماں کا بیان ہے، کہ جب امام شافعی بیدار ہوئے تو میری عثمانی ماں نے ان سے کہا، اے ابن ادریس! آج تو آپ نے ایک جان کو ہلاک کر دیا ہوتا، امام شافعی کا چہرہ سرخ ہو گیا، پوچھا، وہ کیسے؟ تو اس نے واقعہ سے باخبر کیا، اسی وقت امام شافعی نے قسم کھائی کہ وہ دیر تک قیلولہ نہیں کریں گے، جب کبھی وہ قیلولہ کرنے کا ارادہ کرتے تو چکی ان کے سر کے پاس گھمائی جاتی۔ (ایضاً ص ۱۰۱)

آپ انتہائی حق پسند تھے، آپ سے اکثر مناظرات و مباحثات ہوتے رہتے تھے، آپ فریق کو جواب بڑی نرمی و خندہ پیشانی سے دیتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے، میں نے کبھی کسی شخص سے اپنی بڑائی یا اظہار فضیلت کی بنا پر مباحثہ نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ

اعلائے کلمۃ الحق کا مقصد سامنے رہا۔

جھوٹ بولنے سے سخت نفرت تھی، فرماتے ہیں، میں نے مدت العمر کبھی جھوٹی بات نہیں کہی، نہ کسی معاملہ میں جھوٹی یا سچی قسم کھائی، اپنی تصانیف کے متعلق فرمایا کرتے تھے، خدا کرے کہ قوم ان کو سمجھے اور ان پر عمل کرے۔

احترام اکابر

علم وفضل، زہد وتقویٰ میں بلند مقام پر متمکن ہونے کے باوجود آپ اکابر علما وشیوخ واساتذہ کا حددرجہ احترام کرتے، ان کا نام ادب سے لیتے اور ان کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہوتے۔

کسی نے آپ کے سامنے امام اعظم کا ذکر کیا، تو فرمایا، سنو! لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کی اولاد ہیں، کسی شخص نے امام سفیان بن عیینہ اور امام مالک کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا، اگر یہ دونوں حضرات نہ ہوتے تو حجاز سے علم حدیث ناپید ہو جاتا، جب امام مالک کا کوئی قول نقل کرتے تو فرماتے ''هذا قول استاذنا الامام مالك'' یہ ہمارے استاذ امام مالک کا قول ہے، کسی نے پوچھا، آپ نے امام مالک جیسا آدمی دیکھا ہے، فرمایا ہماری کیا حقیقت ہے، جو علم اور عمل میں ہم سے زیادہ ہیں، وہ بھی کہتے رہے، کہ امام مالک جیسا آدمی ہم نے نہیں دیکھا، صحابہ کرام کے متعلق فرماتے ہیں، ''الصحابة فوقنا فی کل علم واجتهاد وورع وعقل'' صحابہ ہم سے علم واجتہاد اور عقل وورع میں بڑھے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ پوچھا گیا، کسی شخص نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی اور پھر اس نذر کو وہ پورا نہ کرسکا تو کیا کرے؟ فرمایا قسم کا کفارہ ادا کرے اور ہم سے بہتر شخص حضرت عطا ابن ابی رباح نے بھی یہی کہا ہے۔

عبادت وریاضت اور زہد وتقوی

امام شافعی علم وعمل کے جامع تھے، ان کی زندگی صلاح وتقویٰ کے زیور سے

آراستہ تھی، عبادت وریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا، ربیع کا بیان ہے

کان الشافعی قد جزأ اللیل ثلاثة اجزاء اللیل الاول یکتب و الثانی یصلی و الثلث الثالث ینام (صفۃ الصفوۃ ج۲ص۱۴۷)

امام شافعی نے رات کے تین حصے کر لیے تھے، ایک حصے میں لکھتے، دوسرے حصے میں نماز پڑھتے اور تیسرے حصے میں سو جاتے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح ہے، جو دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ آپ کی پوری رات عبادت میں گزرتی کیوں کہ کتابت علم بھی عبادت ہے اور جسم کے حق میں نیند بھی عبادت ہے۔

ربیع فرماتے ہیں:

کان للشافعی فی رمضان ستون ختمة لا یحسب منها مایقرأ فی الصلاة ۔(ایضا)

امام شافعی رمضان میں ساٹھ ختم کرتے تھے، یہ تلاوت نماز کے علاوہ ہوتی۔

آپ کے زہد وورع کا یہ عالم تھا، کہ خلاف شرع امور سے سخت اجتناب کرتے، حارث بن سریج کہتے ہیں، میں امام شافعی کے ساتھ ہارون رشید کے خادم کے پاس گیا، اس کے مکان میں دیباج کا فرش بچھا ہوا تھا، جب امام شافعی نے چوکھٹ پر قدم رکھا اور فرش کو دیکھا تو واپس ہو گئے اور مکان میں داخل نہیں ہوئے، خادم نے آپ سے کہا، تشریف لائیے، آپ نے فرمایا "**لایحل افتراش هذا**" دیباج کا فرش بچھانا جائز نہیں ہے، یہ سن کر خادم اٹھا یہاں تک کہ دوسرے مکان میں داخل ہوا، جس میں ارمنی فرش بچھا ہوا تھا، امام شافعی اس گھر میں داخل ہوئے، پھر خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، "**هذا حلال وذاك حرام هذا احسن من ذلك واكثر ثمنا منه**" یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے، یہ اس سے کہیں خوبصورت اور قیمتی ہے۔ یہ سن کر خادم مسکرایا اور خاموش ہو گیا۔ (مناقب الشافعی للرازی ص۱۰۴)

خوش خلقی اور بے تکلفی

امام صاحب زندہ دل بزرگ اور خوش مزاج عالم تھے، اپنے طلبہ اور متعلقین کی خاطر داری ودلداری کرتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے، فرمایا کرتے تھے:

اهين لهم نفسي لا كرامهم بها
ولن تكرم النفس التي لاتهينها

میں خود کو طلبہ کے سامنے ان کے احترام کرنے کی وجہ سے بے حیثیت رکھتا ہوں، اور جو خاکساری نہیں کرے گا اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی۔

ایک مرتبہ طلبہ نے کسی بات پر اصرار کیا، تو آپ نے ان سے کہا، کہ تم لوگ ایسا نہ کرو کہ میں تم سے وہی بات کہوں جو ابن سیرین نے ایک اصرار کرنے والے سے کہی تھی:

انك ان كلفتني مالا اطيق سائلك ما سرك مني من خلق ۔

اگر تم مجھ کو ایسی بات پر مجبور کرو گے، جس کی طاقت میں نہیں رکھتا تو جو میری عادت تم کو خوش کرتی تھی، وہی ناخوش کردے گی۔

اپنوں سے بے تکلفی کا یہ حال تھا، کہ ان کے شاگرد رشید زعفرانی امام صاحب کا کھانا ابتدا میں اپنے گھر تیار کراتے تھے اور امام صاحب کی پسند کی کھانے کی قسمیں خادمہ کو لکھ کر دے دیتے تھے، ایک دن امام صاحب نے خادمہ کو بلا کر کھانے کی فہرست دیکھی اور اس میں اپنی پسند کے ایک کھانے کا اضافہ کر دیا، جب کھانا دسترخوان پر آیا، تو ایک نیا کھانا دیکھ کر زعفرانی کو تعجب ہوا، کہ میری مرضی کے بغیر یہ کھانا کیسے آیا، خادمہ کو بلا کر فہرست دیکھی، تو امام صاحب کے قلم سے اس کا اضافہ تھا، اس بے تکلفی اور یگانگت سے زعفرانی کو اس قدر خوشی ہوئی کہ باندی کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ بویطی کا قول ہے:

انما كان الشافعي ليتبع اخلاق رسول الله صلى الله عليه

وسلم (ترتیب المدارك ص ۳۹۳)
شافعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی اتباع کرتے تھے۔
ایک مرتبہ امام شافعی، یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل مکہ گئے ایک ہی جگہ یہ سب حضرات ٹھہرے، رات میں امام شافعی اور یحییٰ بن معین لیٹ گئے اور احمد بن حنبل نماز پڑھنے لگے، صبح کو امام شافعی نے کہا کہ رات میں نے مسلمانوں کے لیے دوسو مسائل حل کیے، یحییٰ بن معین سے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسو حدیثوں کو کذاب راویوں سے محفوظ کیا ہے، احمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا، کہ میں نے نوافل میں ایک ختم قرآن پڑھا ہے۔
(مناقب الامام ص ۲۸۷)

اتباع سنت

امام شافعی کی پوری زندگی اطاعت رسول اور اتباع سنت سے عبارت ہے، ان کا ہر قدم سنت رسول کے نہج پر اٹھتا، وہ حدیث وسنت کو اپنا مذہب قرار دیتے ہیں، ان کا قول ہے:

اذا صح الحدیث فهو مذهبی ۔ (تاریخ ذہبی ج ۲ ص ۳۲۱)

حرملہ کہتے ہیں:

قال الشافعی کل ماقلت فکان من رسول الله صلی الله علیه وسلم خلاف قولی مما صح فهو اولی ولا تقلدونی ۔ (تاریخ ذہبی ج ۲ ص ۳۲۱)

امام شافعی نے کہا جو حکم بھی میں نے دیا ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف ہو تو حدیث اولی ہے، میرے قول کی تقلید نہ کرو۔

ربیع کا بیان ہے:

سمعت الشافعی یقول اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقولوا بها ودعوا ماقلته ۔

(ایضا)

میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا، کہ جب تم میری کتاب میں سنت رسول کے خلاف دیکھو تو سنت کو اختیار کرو اور میرے قول کو چھوڑ دو۔

ایک شخص نے امام شافعی سے کہا، ابوعبداللہ! کیا ہم اس حدیث پر عمل کریں، فرمایا:

متی رویت عن رسول اللہ حدیثا صحیحا ولم آخذ به فاشهدكم ان عقلي قد ذهب ۔ (ایضا)

جب میں صحیح حدیث رسول روایت کروں اور اس پر عمل نہ کروں تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میری مت ماری گئی۔

حمیدی کہتے ہیں:

روى الشافعي يوما حديثا فقلت اتاخذ به فقال رايتني خرجت من كنيسة او على زنار حتى اذا سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا لا اقول به ۔ (ایضا)

امام شافعی نے ایک دن حدیث بیان کی، تو میں نے کہا، کیا آپ اس پر عمل کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا، کیا تم نے مجھے بت خانے سے نکلتے دیکھا یا میرے گلے میں زنار دیکھی، کہ کوئی حدیث صحیح مجھے معلوم ہو اور میں اس پر عمل نہ کروں؟

ربیع بن سلیمان مرادی کا بیان ہے، کہ ایک شخص نے امام شافعی سے کسی مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا، کہ اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ یہ احادیث مروی ہیں، سائل نے عرض کیا، اے ابوعبداللہ! کیا آپ اس کے قائل بھی

ہیں؟ تو یہ سن کر امام شافعی کانپ اٹھے اور ارشاد فرمایا:

یا ھـذا ای ارض تقلنی ای سماء تظلنی اذارویت عن رسول اللہ صـلـی اللہ عـلیہ وسلم حدیثا فلم اقل بہ نعم علی السمع والبصر ۔(صفة الصفوه ج ۲ ص ۲۷۵)

اے شخص! کون سی زمین مجھے پناہ دے گی اور کون سا آسمان مجھے اپنی حفاظت میں رکھے گا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کروں اور اس پر فتویٰ نہ دوں۔

حکیمانہ وادیبانہ اقوال

امام صاحب علم وفضل، عقل وفہم، حدیث وفقہ، شعروادب، انساب وایام میں امتیازی مقام ومرتبہ کے مالک تھے، ان کو شعروادب اور لغت وعربیت کا خاص ذوق تھا، اشعار کہتے تھے، مگر چوں کہ علما کے لیے شاعری کو مناسب نہیں سمجھتے تھے، اس لیے دینی علوم کے مقابلہ میں اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ خود کہتے ہیں:

ولولا الشعر بالعلماء یزری

لکنت الیوم اشعر من لبید

اگر شعر علما کے لیے عیب نہ ہوتا، تو میں آج لبید بن ربیعہ سے بڑا شاعر ہوتا۔

نیز فرماتے ہیں، کہ میں نے عربی شعروادب اور لغت کو دین میں تعاون کے لیے حاصل کیا ہے، امام صاحب کے حکیمانہ اقوال میں عربی ادب وانشا کی حلاوت ہے اور ان میں حکمت ودانش کے ساتھ فصاحت وبلاغت کی چاشنی بھی ہے۔

☆ ایک شخص نے ان سے کہا، کہ فرمایئے کیا حال ہے، آپ نے جواب دیا۔

کیف اصبح من یطلبه الله بالقرآن والنبی صلی الله علیه وسلم بالسنة والحفظة بما ینطق وشیطان بالمعاصی والدهر بصروفه والنفس بشهواتها والعیال بالقوت وملك الموت یقبض روحه.

اس کی حالت کیا ہوگی، جس سے اللہ تعالیٰ قرآن کا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سنت کا، محافظ فرشتے گفتگو کا شیطان گناہوں کا، زمانہ اپنے مصائب کا، نفس اپنی خواہشوں کا، اہل وعیال روزی کا اور ملک الموت قبض روح کا مطالبہ کرتا ہے۔

☆ ایک شخص کی خوبیاں یوں بیان کی ہیں:

اما واللہ لقد کان یملأ العیون جمالا والآذان بیانا ۔

واللہ وہ شخص آنکھوں کو حسن و جمال سے اور کانوں کو فصاحت و بلاغت سے بھر دیتا ہے۔ (ترتیب المدارک ج ا ص ۳۹۴)

☆ تحصیل علم کے بارے میں فرمایا:

لا یطلب ھذا العلم احد بالمال وعز النفس فیفلح ولکن من طلبہ بذلۃ النفس وضیق العیش وحرمۃ العلم افلح ۔

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۹۸)

یہ علم دین کوئی شخص مالداری اور عزت نفس سے حاصل کر کے کامیاب نہیں ہوسکتا، البتہ جو شخص نفس کی ذلت، فقر ومحتاجی اور علم کی حرمت کے ساتھ اس کو حاصل کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔

☆ مفتی ومجتہد اگر غلطی بھی کرے گا تو حسن نیت کی وجہ سے عنداللہ ماجور ہوگا، امام صاحب کہتے ہیں:

ومن قال بقولہ یوجر ولکنہ لا یوجر علی الخطأ فی الدین لم یوجر بہ احد وانما یوجر لارادتہ الحق الذی اخطأہ ۔

جو عالم فتویٰ دے گا اجر پائے گا البتہ دین میں غلطی پر اجر نہیں ملے گا، اس کی اجازت کسی کو نہیں ہے اور ثواب اس لیے ملے گا، کہ جو غلطی اس نے کی ہے اس میں اس کی نیت برحق تھی۔

☆ایک موقع پر فرمایا، کہ

الطبع ارض والعلم بذر ولایکون العلم الا بالطلب فاذا کان الطبع قابلا زکا مربع العلم وتفرعت معانیہ ۔

طبیعت زمین ہے اور علم بیج ہے اور علم طلب سے ملتا ہے جب طبیعت قابل ہوگی تو علم کی کھیتی لہلہائے گی اور اس کے معانی اور مطالب شاخ در شاخ پھیلیں گے۔

☆ایک مرتبہ طرز استدلال کے بارے میں فرمایا، کہ

احسن الاحتجاج ما اشرقت معانیہ احکمت مبانیہ وابتھجت لہ قلوب سامعیہ ۔

بہترین استدلال وہ ہے جس کے معانی روشن اور اصول مضبوط ہوں اور سننے والوں کے دل خوش ہو جائیں۔

☆ طلب حاجت کے لیے امام صاحب کی یہ دعا علما کے درمیان مجرب ہے اور اس کی قبولیت مشہور ہے:

اَللّٰھُمَّ یَا لَطِیْفُ اَسْأَلُکَ اللُّطْفَ فِیْمَا جَرَتْ بِہِ الْمَقَادِیْرُ ۔

☆اس دعا کے پڑھنے سے گم شدہ چیز مل جاتی ہے۔

استعینوا علی الکلام بالصمت وعلی الاستنباط بالفکر ۔

گفتگو کے لیے خاموشی سے مدد حاصل کرو اور استنباط مسائل کے لیے غور و فکر سے کام لو۔

☆ من وعظ اخاہ سرا فقد نصحہ وزانہ ومن وعظ علانیۃ فقد فضحہ وخانہ ۔

جو آدمی اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرتا ہے، تو وہ اس کے ساتھ خیر

خواہی اور اصلاح کرتا ہے، اور جو اعلانیہ نصیحت کرتا ہے، تو وہ اس کو رسوا کرتا ہے اور اس کے ساتھ خیانت کرتا ہے۔

☆ اظلم الناس لنفسه من تواضع من لا يكرمه ورغب في مودة من لا ينفعه وقبل مدح من لا يعرفه .

اپنے آپ پر سب سے بڑا ظلم کرنے والا شخص وہ ہے جو تواضع سے پیش آتا ہے، اس آدمی کے ساتھ جو اس کی عزت نہیں کرتا اور محبت کرنا چاہتا ہے اس آدمی سے جو اس کے لیے فائدہ مند نہیں ہے، اور ہر اس آدمی کی تعریف قبول کر لیتا ہے، جس کو یہ نہیں جانتا۔

☆ من غلبت عليه شدة الشهوة لحب الدنيا لزمته العبودية لاهلها .

جس آدمی پر دنیا کی محبت میں خواہش نفس غالب آ جائے تو اس کو دنیاداروں کی غلامی ضروری ہو جاتی ہے۔

☆ من رضي بالقنوع زال عنه الخضوع .

جو شخص قناعت پر راضی رہے گا تو اس کو دوسروں کے سامنے عاجزی کی ضرورت نہیں۔

☆ راس التعبد تقليل الطعام .

عبادت کی اصل کم کھانا ہے۔

☆ اعلم ان من صدق الله نجا ومن اشفق على دينه سلم من الردى ومن زهد في الدنيا قرت عيناه بما يراه من ثواب الله تعالىٰ غدا .

جانو! جو شخص اللہ تعالیٰ سے راست بازی کا معاملہ کرتا ہے، وہ نجات

پاتا ہے اور جو اپنے دین کے بارے میں ڈرتا ہے، وہ ہلاکت سے محفوظ رہتا ہے اور جو دنیا میں زہد (بے رغبتی) اختیار کرتا ہے، کل (قیامت میں) اس کی دونوں آنکھیں اللہ تعالیٰ کے ثواب کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوں گی۔

☆ من کان فیہ ثلاث خصال فقد استکمل الایمان من امر بالمعروف وائتمر ونھی عن المنکر وانتھی حافظ علی حدود اللہ ۔

جس آدمی میں تین باتیں ہوں گی، یقیناً اس کا ایمان کامل ہو جائیگا (۱) نیکی کا حکم دے اور خود عمل کرے (۲) برائی سے روکے اور خود بھی رکے (۳) اور اللہ تعالیٰ کے حدود کی حفاظت کرے، (احکام کی پابندی کرے)

☆ کن فی الدنیا زاھدا وفی الآخرۃ راغبا واصدق اللہ تعالیٰ فی جمیع امورك تنج فی الناجین ۔

دنیا سے زہد اور آخرت کی رغبت کرنے والا بن جا اور اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ راست بازی اختیار کر، نجات پانے والوں کے ساتھ تجھے نجات ملے گی۔

☆ من اطاع اللہ تعالیٰ بالعلم نفعہ سرہ ۔

جو کوئی علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اس کے باطن کو نفع دے گا۔

☆ مامن احد الا ولہ محب ومبغض فاذا کان کذالك فکن مع اھل الطاعۃ للہ عز وجل ۔

ہر ایک کے لیے ایک دوست ہے اور ہر ایک کے لیے دشمن اور جب ایسا

ہے تو تم اللہ بزرگ و برتر کی اطاعت کرنے والوں کے ساتھ رہو۔

☆ التمکن درجة الانبیاء ولایکون التمکن الا بعد المحنة فاذا امتحن صبر واذا صبر مکن ۔

تمکین انبیا کا درجہ ہے تمکین کا درجہ آزمائش کے بعد حاصل ہوتا ہے، جب (بندہ) کو آزمایا جاتا ہے، تو صبر کرتا ہے اور جب صبر کرتا ہے تو تمکین کے درجہ پر فائز ہوتا ہے۔

☆ اظلم الظالمین لنفسه الذی اذاارتفع جفا اقاربه وانکر معارفه واستخف بالاعراف وتکبر علی ذوی الفضل ۔

اپنے نفس پر سب سے بڑا ظالم وہ شخص ہے، جو بلندی پر پہنچتا ہے، تو اپنے رشتہ داروں پر ظلم کرتا ہے احسانات کا انکار کرتا ہے اور شریف لوگوں کو ہلکا سمجھتا ہے، صاحب فضیلت حضرات پر تکبر کرتا ہے۔

☆ کیف یزهد فی الدنیا من لایعرف قدر الآخرة وکیف یخلص من الدنیا من لا یخلو من الطمع الکاذب وکیف یسلم من لا یسلم الناس من لسانه ویده وکیف ینال الحکمة من لا یرید بقوله وجه الله عزوجل ۔

وہ شخص دنیا سے کیسے بے رغبت رہے گا، جو آخرت کی قدر نہیں جانتا اور وہ شخص دنیا سے کیسے چھٹکارا پائے گا جو جھوٹی حرص سے خالی نہیں ہوتا اور وہ شخص کیسے سلامت رہے گا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ سلامت نہ رہیں، وہ آدمی حکمت کو کیسے پا سکے گا، جس کا مقصد اپنی گفتگو سے اللہ بزرگ و برتر کی رضا مندی نہ ہو۔

☆ من احب ان یفتح الله علی قلبه نور الحکمة فعلیه

بالخلوة وقلة الاكل وترك مخالطة السفهاء وبغض العلماء الذين ليس معهم دين ولا ادب ۔

جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نور حکمت اس کے دل پر کھولے وہ خلوت اختیار کرے، کم کھائے اور احمقوں کی صحبت ترک کر دے اور ان علما سے احتیاط کرے جن کے پاس نہ ادب ہے نہ تہذیب ہے۔

تصانیف

امام شافعی ان اکابر محدثین و مجتہدین میں سے ہیں، جنہوں نے اپنے رشحات قلم کے ذریعہ اپنے علم وفضل، افکار وآرا، فقہ وفتاوی دنیائے علم وفضل کے لیے یادگار چھوڑے۔

بچپن میں آپ نے ایک کتاب ''الرسالہ'' لکھی، جو آپ کی مشہور ومعروف کتاب ہے۔

ابن ندیم نے لکھا ہے، کہ فقہ میں امام صاحب کی ایک مبسوط کتاب ہے، جس کو ان سے ربیع بن سلیمان مرادی اور زعفرانی نے روایت کیا ہے، یہ کتاب فلاں فلاں کتابوں پر مشتمل ہے، پھر تقریباً ایک سو چار کتب کے نام درج کیے ہیں۔

(الفہرست ص ۲۹۵)

امام صاحب کی ان کتابوں کے مجموعہ کا نام ''کتاب الام'' ہے

اس کے علاوہ مسند شافعی وغیرہ ہیں۔

آپ کے حسن تصنیف کی شہادت بڑے بڑے ادبا اور صاحب طرز انشا پرداز دیتے تھے، جس کی آپ کو مطلق ضرورت نہ تھی، آپ کا مقام ومرتبہ اس سے بہت بلند ہے، جاحظ نے لکھا ہے:

نظرت فی کتب الشافعی فاذا در منظوم لم ار احسن تالیفا منه ۔(تھذیب التھذیب ج۹ ص ۲۹)

میں نے شافعی کی کتابیں دیکھی ہیں، وہ پروئے ہوئے موتی ہیں، ان

سے بہتر مصنف میں نے نہیں دیکھا۔

امام شافعی نے اپنے علوم وفنون کی امانت جس فراخ دلی سے اپنے تلامذہ کو تفویض کی اسی طرح اپنے گراں بہا علمی تجربات اور فنی افکار، فقہی آرا کو کتابوں میں مرتب فرمادیا، آپ کا تصنیفی ذوق عنفوان شباب ہی سے پروان چڑھنے لگا تھا، جو اخیر عمر تک باقی رہا، اور آپ کے قلم سے بیش بہا علمی وفنی جواہر پارے عالم شہود میں آئے، آپ کی کثرت تصانیف پر لوگوں کو بڑی حیرت ہوا کرتی تھی۔

اسحاق بن راہویہ سے پوچھا گیا، کہ امام شافعی نے اتنی زیادہ کتابیں کیسے لکھیں، جب کہ ان کی عمر مختصر تھی، آپ نے فرمایا

جمع اللہ تعالیٰ لہ عقلہ لقلۃ عمرہ (تھذیب التھذیب ج ۹ ص ۲۶)

قلت عمر کے باوجود اللہ نے ان پر عقل وعلم کو جمع کردیا تھا۔

آپ کی چند کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱) کتاب الام:۔ یہ کتاب امام شافعی کے مذہب جدید کی اہم تصنیف ہے، جو پندرہ جلدوں میں ہے، جس میں شامل رسائل کی تعداد مجموعی طور پر ایک سو پچاس ہے اس کو امام شافعی کے شاگرد رشید ربیع بن سلیمان مرادی اور زعفرانی نے روایت کیا ہے۔

(۲) الرسالہ:۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ہے، جسے آپ نے امام جرح وتعدیل عبدالرحمٰن بن مہدی کی خواہش پر لکھا، عبدالرحمٰن بن مہدی نے جب اس کو پڑھا تو بے ساختہ فرمایا:

ما ظننت ان اللہ خلق مثل ھذا الرجل ۔(مراۃ الجنان ج ۲ ص ۱۸)

(۳) مسند شافعی:۔ یہ کتاب احادیث مرفوعہ پر مشتمل ہے، جن کو خود امام شافعی اپنے تلامذہ کے روبرو سند کے ساتھ روایت کرتے تھے، یہ امام صاحب کی اپنی تصنیف نہیں ہے، بلکہ کتاب الام اور مبسوط میں جو احادیث ربیع بن سلیمان اور مزنی سے مروی ہیں ابو جعفر محمد بن مطر نے ان کا انتخاب مسند شافعی کے نام سے کردیا ہے۔

(۴) کتاب الحجہ:۔ امام صاحب کے قول قدیم کی کتابوں میں مشہور ہے، جو

بغداد کے آخری قیام کے زمانہ میں تصنیف کی تھی۔

(۵) کتاب احکام القرآن (۶) اختلاف الحدیث (۷) ابطال الاستحسان (۸) کتاب اجماع العلم (۹) کتاب القیاس (۱۰) کتاب المبسوط (۱۱) مسند امام شافعی (۱۲) اختلاف مالک والشافعی (۱۳) کتاب العلل وغیرہ۔

مرض الموت اور وفات

ایک دن فیتان بن ابی السمح مالکی مصری سے آپ کا مباحثہ ہوا، فیتان نے خلاف تہذیب گفتگو شروع کی اور گستاخی کی، معاملہ امیر کی عدالت تک پہنچا، امیر مصر نے فیصلہ کیا اور فیتان کو سزا دے دی، فیتان موقع کی تاک میں تھا، ایک روز اندھیرے میں رات کے وقت موقع پا کر سر پر ایک بڑی آہنی کنجی دے ماری، جس کی وجہ سے سر پھٹ گیا، زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے صاحب فراش ہو گئے، مرض الموت کا سلسلہ شروع ہوا، امام شافعی کی وجہ سے مصر میں فقہ مالکی کے متبعین کا دائرہ تیزی کے ساتھ سمٹ رہا تھا، جس کی بنا پر مالکی علما آپ سے بغض وعناد رکھنے لگے، چنانچہ اشہب بن عبدالعزیز فقیہ مالکیہ کا مستقل کام یہ تھا، کہ وہ آپ کے لیے بددعا کرتے رہے، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں، میں نے امام شافعی سے عرض کیا، میں نے خود دیکھا ہے، کہ اشہب سجدہ میں پڑا ہوا یہ دعا کر رہا ہے:

اللهم امت الشافعي والا يذهب علم مالك

اے اللہ! امام شافعی کو موت دے دے ورنہ امام مالک کا مذہب ختم ہو جائے گا۔

حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں، اس پر امام شافعی نے یہ اشعار پڑھے

تمنى رجال ان اموت وان امت
فتلك سبيل لست فيها باوحد

فقل للذى يبغى خلاف الذى مضى
تهيا لاخرى مثلها فكان قد

وقد علموا لو ینفع العلم عندھم

لئن مت ما الداعی علی بمخلد

مخالف لوگ چاہتے ہیں، کہ میں مرجاؤں اور اگر میں مرجاؤں، تو یہ ایسا راستہ ہے، کہ میں اس راہ میں تنہا نہیں ہوں۔ تو اس آدمی سے کہہ دو جو تقدیر کے خلاف چاہتا ہے، کہ اس کے مثل کوئی دوسرا راستہ تلاش کرو۔ اگر علم ان کو نفع دے سکتا ہے، تو وہ جانتے ہیں، کہ اگر میں مرجاؤں تو میرے خلاف یہ دعا کرنے والا بھی ہمیشہ نہیں رہے گا۔

چنانچہ یہ بھی منقول ہے، کہ امام شافعی کے انتقال کے اٹھارہ دن بعد اشہب کا بھی انتقال ہوگیا۔

ربیع بن سلیمان مرادی فرماتے ہیں، میں نے امام شافعی کی وفات سے پندرہ روز قبل خواب دیکھا، کہ حضرت آدم علیہ السلام کی موت ہوئی، اور جنازہ اٹھائے جانے کی تیاری تھی، صبح کو بعض اصحاب سے اس کی تعبیر دریافت کی تو جواب ملا کہ یہ دنیا کے بہت بڑے عالم کی موت کی خبر ہے، تھوڑے ہی دن گزرے تھے، کہ امام شافعی نے وفات پائی۔

۳۰؍رجب یوم پنج شنبہ ۲۰۴ھ کو عصر کے وقت آپ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی، امام مزنی اس وقت پاس بیٹھے تھے، انہوں نے عرض کیا:

کیف امسیت یا استاذ الاستاذین ؟

اے استاذوں کے استاذ! کیسا مزاج ہے؟

فرمانے لگے:

اصبحت من الدنیا راحلا والأخوان مفارقا ولکأس المنیة شاربا وبسوء افعالی ملاقیا وعلی اللہ واردا ولا واللہ لاادری ان روحی یصیر الی الجنة فاھنیھا او الی النار

فاعزیھا ۔ (صفۃ الصفوۃ ج۲ص۴۷۶)

آج میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں اور اپنے برے اعمال کی سزا پانے والا ہوں اور خدا کی بارگاہ میں پیش ہونے والا ہوں، موت کا جام پینے والا ہوں، خدا کی قسم مجھے یہ خبر نہیں کہ آیا میری روح جنت میں جائے گی اور میں اسے مبارک باددوں یا دوزخ میں جائے گی جہاں مجھے اس کی تعزیت کرنی پڑے گی۔

اس کے بعد آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوکر لیٹے تھے، کہ نزع کی کیفیت شروع ہوگئی، آپ نے فرمایا، سنو مصر میں جو مشہور عابد ادریس ہیں، ان سے جا کر کہہ دو کہ میری مغفرت کی دعا کریں، پھر آپ نے بالحاح وزاری خدا کی بارگاہ میں یہ دعا کی:

الیك الــه الــخــلــق ارفــع رغبتــی
ان کــنــت یــا ذالمن والجود مجرما

ولــمــا قــســاقــلــبــی وضاقت مذاھبی
جـعـلـت الـرجـامـنـی بعفوك سلما

ومــا زلــت ذاعــفــو عــن الــذنــب
ولــو لاك مــا یــقــوی بــا بلیــس عابد

فــکــیــف وقــد اغــوی صــفــیــك آدمــا
فــان تــعــف عــنــی تــعــف عن متمرد

ظــلــوم عــشــوم لا یــزائــل مــاشــمــا
وان تــنــقــم مــنــی فــلــســت بــآ ئــس

ولــو دخــلــت نفسی بجرمی جھنما
فــجــرمــی عــظــیــم من قدیم وحادث

وعفوك يا ذا لعفوا على واجسما

تعاظمني ذنوبي فلما قرنته

بعفوك ربي كان عفوك اعظما

اے رحم وکرم فرمانے والے! میں اگرچہ گنہ گار ہوں، لیکن تیری بارگاہ میں بھیک مانگنے حاضر ہوا ہوں، جب میرا دل سخت ہوگیا اور میرے سب راستے بند ہوگئے تو میں نے اپنی امید کو تیرے آستانہ کرم تک پہنچنے کا زینہ بنایا، تو نے لغزشوں اور گناہوں کو ہمیشہ ہی معاف فرمایا ہے اور تو اپنے کرم وانعام کی وجہ سے ہمیشہ درگزر فرماتا رہے گا، اگر تیرا کرم شریک حال نہ ہوتا تو کوئی عابد ومتقی شیطان کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکتا اور کیوں کر ٹھہرتا، جب کہ اس نے تیرے منتخب بندے آدم علیہ السلام تک کو لغزش دیدی، الٰہی اگر تو میری لغزشیں معاف فرمادے، تو تو ایک بڑے سرکش ظالم ونافرمان کو معاف فرمائے گا، جورات دن گناہ کرتا رہتا ہے، اگر تو انتقام لے پھر بھی میں تجھ سے ناامید نہیں ہوسکتا، خواہ میں اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ہی کیوں نہ داخل کیا جاؤں، میری خطائیں شروع سے آخر تک بہت بڑی ہیں، لیکن اے غفور ورحیم! تیرا کرم وبخشش تو ان سے کہیں زیادہ ہے، میں نے اپنے گناہوں کو بڑا سمجھ رکھا تھا، مگر جب تیرے کرم وبخشش سے مقابلہ کیا تو اے میرے رب! تیرا کرم ہی بہت بڑا ہے۔

پھر عشا کی نماز پڑھی، اور نماز سے فارغ ہوکر لیٹے ہی تھے، روح قفس عنصری سے آزاد ہوکر خلد بریں پہنچ گئی۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں:

توفي الشافعي ليلة الجمعة بعد العشاء الآخرة آخر يوم

من رجب و دفناه يوم الجمعة فانصرفنا فراينا هلال
شعبان سنة اربع و مأتين ۔(صفة الصفوة ج ۲ص ۲۷۶)
امام شافعی کا انتقال رجب کی آخری تاریخ شب جمعہ عشا کے بعد ہوا،
ہم نے جمعہ کے دن انہیں دفن کیا، جب ہم واپس ہوئے تو ہم نے
شعبان ۲۰۴ھ کا چاند دیکھا۔

تجہیز وتدفین

انتقال کے بعد امام مزنی نے آپ کو غسل دیا، جنازہ شب جمعہ ہی کو تیار کرلیا گیا تھا، لیکن اتنے بڑے عظیم المرتبت وامام الائمہ کی موت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، اس لیے جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ سب سے پہلے آپ کے جنازے پر حضرت سیدہ نفیسہ بن حسن بن زید بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی، سری بن عبدالحکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ہزاروں سوگواروں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کو قاہرہ کے باہر قبرستان ''قرافۃ الصغری'' میں جو جبل مقطم کے پاس ہے، دفن کیا گیا، اس وقت مزار پاک جدید قاہرہ کے جنوب میں اور قدیم قاہرہ کے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر ایک گنبد میں واقع ہے، صبح سے شام تک ہزاروں عقیدت مند زائرین زیارت اور فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

انتقال کے کچھ دنوں بعد خیال پیدا ہوا، کہ ان کی نعش کو بغداد منتقل کیا جائے، قبر کھودی جارہی تھی کہ اندر سے اتنی تیز خوشبو مہکنے لگی کہ لوگوں کے حواس باختہ ہوگئے اور ارادہ ترک کردیا گیا۔

وفات کے بعد مبشرات

ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں، میں نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا، عرض کیا، فرمایئے کیا ہوا، جواب دیا:

اجلسني على كرسي من ذهب ونثر على اللؤلو الرطب ۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۴۷۶)

ربیع! خدا نے مجھے اپنے انعام سے بخش دیا، سونے کی کرسی پر بٹھا کر فرشتوں سے مجھ پر عمدہ موتی نثار کرائے۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں، کہ جب امام ابوزرعہ کا انتقال ہوا، تو میں نے خواب میں ان کو دیکھا، پوچھا، کہیے خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، فرمایا، کہ ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ کے ساتھ رکھو میں نے پوچھا یہ کون ہیں، کہا پہلے ابوعبداللہ امام مالک دوسرے ابوعبداللہ امام شافعی، تیسرے ابوعبداللہ احمد بن حنبل۔ (توالی التاسیس)

ابوبیان اصفہانی کا بیان ہے:

رايت النبي صلى الله عليه وسلم في النوم فقلت يارسول الله محمد بن ادريس الشافعي ابن عمك هل نفعته بشئ او خصصته بشئ فقال نعم سألت الله ان لايحاسبه فقلت بما ذا يارسول الله قال انه كان يصلي على صلوة لم يصل بمثل تلك الصلوة احد فقلت وماتلك الصلوة يارسول الله قال كان يصلي على اللهم صل على محمد كلما ذكره الذاكرون وصل على محمد كلما غفل عنه الغافلون ۔

(صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۴۷۵)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے ابن عم محمد بن ادریس شافعی کو آپ نے کچھ نفع پہنچایا؟، یا ان کو کوئی خصوصیت عطا کی؟، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! میں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کیا، کہ ان سے حساب نہ لے، میں نے عرض کیا، کس وجہ سے یارسول اللہ؟ فرمایا شافعی مجھ پر ایسا درود

پڑھتے تھے، جو ان سے پہلے کسی نے نہیں پڑھا، میں نے عرض کی،
یارسول اللہ وہ درود کیا ہے، فرمایا وہ یہ درود پڑھا کرتے تھے: اللھم
صل علی محمد کلما ذکرہ الذاکرون وصل علی
محمد کلما غفل عنہ الغافلون ۔

مرثیے

آپ کی وفات پر تقریباً ستر افراد نے مرثیے کہے ہیں، مشہور وممتاز نحوی ابن
درید کا مرثیہ بے حد مشہور ہے، جس کے بعض اشعار یہ ہیں

الم تر آثار ابن ادریس بعدہ — دلائلھا فی المشکلات لوامع
معالم یفنی الدھر وھی خالد — وتنخفض الاعلام وھی روافع
مناھج فیھا للھدی متصرف — موارد فیھا للرشاد شوارع
ظواھرھا حکم ومستنبطاتھا — لما حکم التفریق منہ جوامع

کیا تم نے محمد بن ادریس کی وفات کے بعد ان کی نشانیاں نہیں
دیکھیں، ان کی دلیلیں مشکل سے مشکل مسئلوں کے حل میں چمک رہی
ہیں۔ یہ ان کی ایسی یادگاریں ہیں، کہ دنیا کے فنا ہونے تک ہمیشہ باقی
رہیں گی، جھنڈے سرنگوں ہو جائیں گے اور یہ بلند رہیں گے۔ وہ
ایسے راستے ہیں، جن پر ہدایت کی حکمرانی ہے اور ایسی گھاٹی ہے، جس
میں راست روی ہی کا راستہ ہے۔ ان کے احکام ظاہر ہیں اور ان کے
استنباط جامع ہیں۔

ربیع بن سلیمان مرادی فرماتے ہیں، ہم امام شافعی کی موت کے بعد ان کے حلقہ
درس میں کچھ دیر کے لیے بیٹھے تو ایک اعرابی ہمارے پاس آیا، اس نے ہم سے سلام کیا
پھر کہا:

این قمر ھذہ الحلقہ وشمسھا ؟

اس مجلس کا چاند اور سورج کہاں ہے؟ ہم نے کہا، ان کا وصال ہو گیا تو وہ خوب رویا پھر کہا:

رحمه الله وغفر له فلقد كان يفتح ببيانه منغلق الحجة ويسد على خصمه واضح المحجة ويغسل من العار وجوها مسودة ويوسع بالرای ابوابا منسدا ثم انصرف ۔

(صفۃ الصفوۃ ج۲ص۲۷۶)

خدا ان پر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے، وہ مغلق اور پیچیدہ حجت کو اپنے بیان سے واضح فرماتے، واضح حجت کے ذریعے اپنے خصم پر غالب آتے، سیاہ چہروں سے عار دھوتے تھے اور اپنی رائے سے بند دروازوں کو کھول دیتے، پھر وہ شخص چلا گیا۔

اولاد و احفاد

امام شافعی کی حرم محترم حمدہ حضرت عثمان کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے، حمدہ بنت نافع بن عیینہ بن عمر بن عثمان بن عفان۔

ایک باندی تھی، جس کا نام دنانیر تھا۔

امام صاحب کی اولاد کے بارے میں ابن حزم نے لکھا ہے، کہ آپ کے دو صاحبزادے تھے، ایک ابوالحسن محمد جو قنسرین اور عواصم کے قاضی تھے، انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی، دوسرے عثمان تھے، جنہوں نے امام احمد بن حنبل سے علم حاصل کیا، ان سے بھی اولاد کا سلسلہ نہیں چلا۔ (جمہرۃ انساب العرب ص۷۳)

اور سبکی نے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے، کہ امام صاحب کے دو صاحبزادے تھے، ایک قاضی ابوعثمان محمد اور دوسرے ابوالحسن محمد، ابوعثمان سب سے بڑے تھے، امام صاحب کی وفات کے وقت مکہ میں تھے، انہوں نے اپنے والد امام صاحب، سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق، احمد بن حنبل سے روایت کی ہے، جزیرہ وغیرہ کے

قاضی تھے، حلب میں بھی عہدہ قضا پر رہے، ان کی تین اولاد تھی، عباس، ابوالحسن جن کا بچپن میں انتقال ہوا اور ایک لڑکی فاطمہ جس سے اولاد کا سلسلہ نہیں چلا، ابوعثمان کا انتقال جزیرہ میں ۲۴۰ھ میں ہوا، دوسرے صاحب زادے ابوالحسن محمد دنانیر نامی باندی کے بطن سے تھے، وہ بچپن میں اپنے والد یعنی امام صاحب کے ساتھ مصر آگئے تھے وہیں شعبان ۲۳۱ھ میں انتقال کیا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۷۱ تا ۷۳)

امام صاحب کی ایک صاحبزادی زینت ہیں، جن کے بطن سے ابومحمد احمد بن محمد بن عبداللہ بن عباس بن عثمان بن شافع پیدا ہوئے، اپنے والد کے ذریعہ اپنے نانا امام شافعی سے روایت کی تھی، کہتے ہیں، کہ آل شافع میں امام صاحب کے بعد ان کے مثل کوئی عالم پیدا نہیں ہوا، ان کو اپنے نانا کی برکت حاصل تھی۔

(ایضاً ج ۲ ص ۱۸۶)